

بے سروپا باتوں سے بچنے کا حکم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال: ((سیکون فی آخر امتی اناس یحدثونکم مالہم تسمعوا انتم ولا آباءکم ، فایاکم وایاہم .))

(صحیح مسلم: ۷۸/۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے، تو خبردار ان باتوں سے دور رہنا۔“

نفلی روزے کی شرعی حیثیت

(۳) حیض اور نفاس کے ایام میں روزہ:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورت کے حق یہ فرمایا تھا کہ: ((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ، فَذَلِكَ نَقْصَانُ دِينِهَا)) (بخاری کتاب الصوم،

باب الحائض تترك الصوم والصلوة رقم: ۱۹۵۱۔ مسلم، رقم: ۸۰)

”کیا جب عورت حائضہ ہو جاتی تو نماز بھی نہیں پڑھتی نہ ہی روزہ رکھتی۔ کیا یہ دین کا نقصان نہیں؟

(۴) شوہر کی موجودگی میں اجازت کے بغیر روزہ رکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ غَيْرَ رَمَضَانَ)) (بخاری کتاب النکاح باب

لاصوم المرأة بإذن زوجها تطوعاً، رقم: ۵۱۹۲۔ مسلم رقم: ۱۰۲۶، کتاب الزکوٰۃ۔ ابو دائود

۲۴۵۸ کتاب الصیام باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها)

”رمضان کے علاوہ عورت (نفلی) روزہ نہ رکھے شوہر کی موجودگی میں اجازت کے بغیر۔“

نوٹ: غیر رمضان کا لفظ سنتن ابی داؤد میں موجود ہے۔

وہ ایام جس میں روزہ رکھنا مکروہ ہے:

(۱) حاجیوں کے لیے عرفہ کا روزہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ))

(ابو دائود کتاب الصیام باب صیام ایام التشریق رقم: ۲۴۱۹)

”عرفہ، قربانی، ایام التشریق اہل اسلام کی عیدیں ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔“

(۲) جمعہ کے دن کو خاص کر کے روزہ رکھنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَا يَصُومُ مِنْ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ))

(بخاری کتاب الصوم باب صوم الجمعة رقم: ۱۹۸۵)

”تم جمعہ کے دن کو روزہ نہ رکھنا مگر یہ کہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں دونوں ملا کر رکھنا۔“

(عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

		جواہر پارے	❁
	بے سرو پایا توں سے بچنے کا حکم	کلمہ طیبہ	❁
	نفلی روزے کی شرعی حیثیت	اداریہ	❁
2	(حافظ احمد شاہ کر)	بنجارا	
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	تفسیر سورۃ فاطر..... (۳۰)	❁
6	(حافظ محمد اشرف سعید)	توفیق الباری	❁
8	(جناب طاہر سورتی)	آحضرت ﷺ پر آغازِ زوجی کی کیفیت	❁
14	(مولانا عزیز بیدی)	دوزخیوں اور جنتوں کی کہانی..... (۴)	❁
20	(مولانا عبدالمعید)	انابت الی اللہ	❁
24	(عطاء محمد خجوعہ)	قادیانی شبہات کا ازالہ..... (۴)	❁
27	(عبدالجبار ابوالبرکات احمد)	قلقلہ..... حروف کی ایک صفت لازمہ	❁
28	(سید محمد علی)	انبیاء اور صحابہ پر بننے والی فلمیں: شرعی جائزہ	❁
	(مولانا ظفر علی خان)	مسلمانوں کا مقسوم	❁

بخارہ

جن مسلمانوں کا کسی نہ کسی درجہ میں..... اعمال کے ذریعے..... اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہے وہ سب لوگ اب بارگاہ الہی میں استغفار کی مسلسل تلقین کر رہے ہیں اور جو لوگ صرف اسباب کی طرف دھیان کرتے، اور انہیں پرانحصر کرتے ہیں وہ اب تک ان آزمائشوں جو اب عذاب بن چکی ہیں کی سانسٹی اور فنی وجوہات تلاش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ حالات ومصائب ہماری اپنی ہی شامت اعمال کی وجہ سے ہیں۔ کثرت استغفار سے توبہ کی توفیق ملنے کا امکان نہیں بلکہ یقین کرنا چاہیے لیکن جب تک توبہ اپنی شرائط کے ساتھ نہ کی جائے اس وقت تک استغفار؟ توبہ کے لیے علماء کم از کم درج ذیل شرائط کا ذکر کرتے ہیں:

○ رزق حرام اور اعمال حرام سے اجتناب کا بھرپور ارادہ اور کوشش، سابقہ اعمال سیئہ کا اعتراف ان پرندامت اور آئندہ سے ان گناہوں سے بچنے کا صدق دل سے ارادہ اور اللہ تعالیٰ سے عہد۔ ان مختصر ترین شرائط کی روشنی میں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے عقیدے کی کوتاہیاں خصوصاً ایمان باللہ یعنی شرک، ایمان بالرسالت یعنی ملّی طور پر تعلیمات نبویہ پر عمل نہ کرنے کی جو کوتاہیاں سرزد ہوتی رہیں جواب تک جاری ہیں کیا ہم نے ان کوتاہیوں کا کبھی اعتراف کیا؟ کیا ان پر کبھی اظہار ندامت کیا؟ کیا ہم نے آئندہ زندگی میں ان سے بچنے کا عہد کیا؟ کیا ہم نے اللہ تعالیٰ سے جنگ..... یعنی سود..... پرندامت کا اظہار کیا؟

سود کے بارے میں تو اللہ معاف فرمائے ہم اظہار ندامت کی بجائے سود کے جواز کے حیلے تراشنے میں لگے ہوئے ہیں ان حیلوں کے بعد بچی علم سے محروم معاشرے میں سود کے گناہ کی شدت کی بجائے اکثر معاشرہ سود کے..... معاذ اللہ..... گناہ ہونے پر بھی تذبذب کا شکار ہو رہا ہے۔ کیا ہم نے کبھی اس کے نتائج پر غور کیا؟ جس فحش کی اشاعت..... یعنی پھیلائے..... کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عذاب الیم کی وعید فرمائی ہے کیا ہماری حکومت مختلف ٹی وی چینل کھولنے کی اجازت دے کر اس کے پھیلائے کی مرتکب نہیں ہو رہی؟ دیانت میں ہم کس سطح پر کھڑے ہیں؟ کیا ہماری حکومت، مذہبی و سیاسی جماعتیں اور ان کے لیڈر اس کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں؟ کیا حکومتی و انفرادی خیانت و بدعنوانی پر کبھی ان کو ندامت ہوئی؟ اگر نہیں ہوئی بلکہ واقعات و شواہد بتاتے ہیں کہ ان کو کبھی نہیں ہوئی تو پھر یہ زبانی کلامی توبہ و استغفار چہ معنی دارد؟ ان اجمالی اشاروں کے ساتھ ہم حکم رانوں، سیاست دانوں، مذہبی و سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ہر سول، غیر سول اور عدلیہ کے کا پر دازوں سے عموماً عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین کے طرز عدل و حکم رانی کا مطالعہ کریں اور اس کو اپنانے کی مقدور بھر کوشش کریں، اور ہر طبقہ و مسلک کے علمائے دین سے خصوصاً یہ درخواست ہے کہ وہ معاشرے میں رائج ہو جانے والے گناہوں سے عامۃ المسلمین کو بائیں معنی باخبر فرمائیں کہ وہ گناہ کو گناہ یعنی شرک کو شرک، حرام کو حرام اور ناجائز کو ناجائز جانیں ان سے خود بھی بچیں اور عام مسلمانوں کو بھی ان سے بچانے کی کوشش کریں کہ یہ ان کا فرض منصبی ہے۔

قرآن کریم کے شروع ہی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر یا اس سے بھی کم تر چیز کی مثال بیان فرماتے ہوئے جھجکتا نہیں۔ آج کل وطن عزیز خصوصاً لاہور بلکہ پنجاب بھر میں ایک زہریلے چھڑ ڈھنگی نے جو اودھم مچا رکھا ہے اور ہمارے میڈیا نے اس کے پھیلاؤ، بچاؤ اور علاج کو جو بہت زیادہ شہرت دی ہوئی ہے نظر یہ آ رہا ہے کہ اس کے پھیلاؤ اور ہلاکتوں کو ہوا دینا خالص سیاسی ایشو ہے۔ میڈیا کے ذریعے جہاں اموات کی خبریں دی جاتی ہیں وہاں اس کا خوف و ہراس کم کرنے کے لیے شفا یاب ہونے والے مریضوں کی تعداد بھی کھلے دل سے بتائی جا رہی ہے۔

قرآن حکیم کی ان آیت مبارکہ..... جن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی قدرت کاملہ و قوت قاہرہ کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا ارشاد

فرمایا ہے..... کو سامنے رکھیں تو اگر ہمارے نصیب اچھے اور ایمان کی نعمت سے ہم بہرہ ور ہوں تو عبرت کے لیے وہ بہت کافی ہیں۔ گزشتہ سال بھی یہ بلانا زل ہوئی تھی تب عمومی تاثر یہ تھا کہ اس کا شکار غیر پوش یعنی غیر صاف علاقے اور گھر ہوتے ہیں اس مرتبہ تو الامان والحفیظ اس سے کوئی بھی طبقہ محفوظ نہیں رہا۔ اب تو ایوان ہائے حکومت تک کو اس نے نہیں چھوڑا۔ حالاں کہ مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہے وہ دنیا میں ہمیشہ موجود رہی۔ کمزور، مسکین اور غریب لوگ ہمیشہ اس کی زد میں رہے اس سے بعض بیماریاں تو بے شک پیدا ہوتی رہیں لیکن اس رفتار کے ساتھ اس کی ہلاکت خیزی کبھی سامنے نہیں آئی۔ ہاں قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے وقت کے ایک کافر بادشاہ جس کو نمرود کہا جاتا تھا سے جہاں گفتگو یا مناظرے کا ذکر فرمایا ہے ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے نمرود کی سرکشی کی تفصیلات اور اس کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

”اس نانبجار بادشاہ کے پاس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا، اس نے آ کر اسے دعوت تو حید دی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ دوبارہ دعوت دی، لیکن انکار کیا، تیسری مرتبہ اللہ کی طرف بلایا لیکن پھر یہ منکر ہی رہا۔ اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا، اچھا تو اپنا لشکر تیار کر، میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں، اس نے بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مجھروں کا ایک دروازہ کھول دیا، بڑے بڑے مجھراں کثرت سے آئے کہ ان..... فوجوں..... کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھاپی گئے اور سارے کے سارے یہاں ہلاک ہو گئے..... ان کی..... ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا۔ انہی مجھروں سے ایک مجھر نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا۔ ایسے عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجہ بہتر تھی، اپنا سردیواروں اور پتھروں پر مارتا پھرتا تھا، ہتھوڑوں سے پکڑا جاتا تھا یونہی رینگ رینگ کر بد نصیب نے ہلاکت پائی۔ اعاذنا اللہ منہ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۸)

قرآن حکیم کے مطالعہ اور اس کی آیات پر اگر غور کیا جائے اور ان آیات کو عبرت کے لیے پڑھا جائے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قوت، جبروت اور قہاریت کی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہیں۔ اس وقت انسان ترقی کی جس معراج پر اترا رہا ہے۔ عاد، ثمود، فرعون، ہامان اور نمرود کی اقوام اس سے کہیں آگے تھیں، بلکہ امریکا و یورپ سب ترقی یافتہ قومیں بھی ہنوز اس سے دور ہیں جو لوگ احرام مصر اور اس کی عمارتیں دیکھ کر آئے ہیں وہ اس کی آنکھوں دیکھی گواہی دیتے ہیں۔ ہم سورۃ الفیل ہی پر غور کریں کہ کتنے بڑے بڑے ہاتھیوں کی فوج کو ایک مہین و نجیف یعنی چھوٹے سے کمزور، پرندے ابابیل نے ابرہہ کی افواج کو اس طرح نیست و نابود کر دیا کہ دوبارہ کسی ظالم کو اللہ تعالیٰ کے گھر کی بربادی..... معاذ اللہ..... کے سوچنے کی بھی جرأت نہ ہو سکی اور یہ وارننگ ہے ان کافروں کو کہ خبردار اللہ کے گھر کی طرف کوئی ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہ دیکھے کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنی جانتا ہے۔ دور حاضر کے اصحاب علم و دانش اور بڑے بڑے سائنس دانوں سے تو دور جاہلیت کے عبدالمطلب کا ایمان ہی زیادہ مضبوط تھا جس نے ابرہہ سے جب اپنے گم شدہ اونٹوں کا تقاضا کیا تو اس نے کہا تجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے جس گھر کو تم پوجتے ہو تمہیں اس کی کوئی فکر نہیں تو اس نے کہا تم میرے اونٹ مجھے دے دو گھر والا گھر کی حفاظت خود کر لے گا۔

ان تفصیلات کا مقصد ہے کہ دور حاضر کے طاغوت کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و جباریت اور اس کی اچانک پکڑ سے ڈرنا چاہیے۔ طاغوت کے اشارہ ابرو اور اس کے نفش پاپہ چلنے والے ہمارے حکمرانوں کو اسی طرح ڈرنا چاہیے کہ مجھ پر صرف ناصاف اور غریب و مساکین ہی کے لیے نہیں وہ ایوان ہائے حکومت کے اندر تک بھی جاسکتا ہے جس کا مشاہدہ اس سال بخوبی ہو گیا ہے۔ لہذا سیاستدانوں اور حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ دینی احکام کی نافرمانیوں اور عوام پر ظلم و تعدی سے توبہ کریں۔ عوام کی ضروریات زندگی خصوصاً ان کے کھانے پینے میں ممکن حد تک آسانی کے لیے کوشش کریں۔ سرکاری مصنوعات، گیس، بجلی و تیل کی قیمتیں بڑھانے کی بجائے اپنے حکومتی اخراجات کم کریں، ترقی کے نام پر لوٹ کھسوٹ ختم کر دیں، سرکاری مصنوعات کے نادر ہنگام سے بالقوہ وصولیاں کریں اور بیرون ملک حکمرانوں اور سیاستدانوں کے جو ایک سوارب کے قریب ڈالر موجود ہیں ان کو رضا کارانہ طور پر واپس لانے کی مخلصانہ کوشش کریں ورنہ ڈینگنی تو اب کہیں بھی جاسکتا، اور کسی بھی جگہ گھس سکتا ہے پھر کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

تفسیر سورۃ فاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ

بڑھاپے سے پہلے اور اپنی تو نگری کو اپنی فقری سے پہلے۔“
اس لیے اہل ایمان کو نیکیوں کے حصول، اپنی بخشش و مغفرت اور جنت کو پانے میں مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے جذبہ سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرْكَانِ يُنْظَرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ۝ خِتْمُهُ مِسْكَ ۝ ط ۝ فِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۝﴾ (المطففين: ۲۲-۲۶)

”بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔ تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ انہیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی (کو) حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔“

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی یہی تگ و دو تھی۔ اور وہ اسی کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سا سامان تھا۔ میں نے سوچا: الیوم اسبق ابا بکر ان سبقته یوما ”آج کے دن میں ابو بکر سے سبقت لے جاؤں گا اگر ایک دن سبقت لے جانا میرے لیے ممکن ہو سکا۔ چنانچہ میں نے نصف مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بادروا بالاعمال فتناً کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمناً ویمسی کافراً، او یمسی مؤمناً ویصبح کافراً یمیع دینہ بعرض من الدنیا۔ (مسلم: ۱۱۸)

”اعمال کرنے میں جلدی کرو ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے جو رات کے اندھیرے ٹکڑوں کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے، آدمی صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر، وہ اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض فروخت کر دے گا۔“

گویا فتنوں کے دور میں لوگوں کی نظریں دنیا پرستی میں اس حد تک بڑھ جائیں گی کہ دنیوی مفادات کے لیے اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے میں بھی کوئی حجاب محسوس نہیں کرے گا۔ بہروپیوں کی طرح صبح و شام اپنے ایمان کا سودا کریں گے۔ ایسے حالات کے پیدا ہو جانے سے پہلے اعمال صالحہ کے اہتمام اور ان کے کرنے میں جلدی کا حکم فرمایا ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اغتنم خمساً قبل خمس، حیاتک قبل موتک، وصحتک قبل سقمک، وفراغک قبل شغلك، وشبابک قبل هرمک، وغناءک قبل فقرک۔ (حاکم: ۴/۳۰۶۔ صحیح الجامع: ۱۰۷۷)

”پانچ کو پانچ سے قبل غنیمت جانو، اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے، اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے اور اپنی فراغت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی جوانی کو اپنے

یہ اور اسی موضوع کی دیگر احادیث و واقعات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبہ مسابقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک مسلمان اسی جذبہ پر عمل کر کے اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرتا ہے اور بلند ترین مقام پر سرفرازی سے نوازا جاتا ہے۔ پہلی صف میں حاضری کا ثواب بھی اسی جذبہ مسابقت سے حاصل ہوتا ہے۔ جمعہ کے روز اول وقت حاضر ہونا اور پہلی صفوں میں بیٹھنے کا عظیم اجر اسی جذبہ سے پایا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے صدقہ و خیرات کر کے دوسروں کے لیے مثال بننے والا ان کے صدقہ میں برابر کا اجر و ثواب حاصل کرتا ہے۔ اسی جذبہ سے سرشار خوش نصیب وراثت دینی کی ادائیگی میں بھی کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے اور تبلیغ حق کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیتے۔ اور یہ سب توفیق انہیں ”بازن اللہ“ اللہ کے حکم سے حاصل ہے۔ اس میں ان سابقین کے لیے بڑی تنبیہ ہے کہ یہ نیکی میں آگے بڑھنے کی سعادت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاص عنایت ہے اور یہ کمال بھی اللہ کی عطاء ہے۔ اگر اللہ کی مرضی نہ ہو تو کوئی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ﴿ذلک هو الفضل الکبیر﴾ یہ بہت بڑا فضل ہے جو انہیں حاصل ہے۔ ”ذلک“ کا اشارہ ”وراثت کتاب“ اور ”اصطفاء“ کی طرف ہے۔ یعنی یہ بہت بڑا فضل ہے کہ تمہیں اللہ نے اپنی کتاب کا وارث بنایا اور تمہیں منتخب فرمایا۔ اور اس کا اشارہ امور خیر میں سبقت لے جانے والے بھی اس کا مصداق ہیں کہ سابق بالخیرات کا اعزاز بہت بڑا فضل و انعام ہے کہ اللہ نے انہیں ہر نیکی میں کوئی سبقت لے جانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ خوش قسمت امت میں سب سے افضل ہیں جن کے پیش رو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں یہ بات بھی فرمائی ہے کہ جب اس آیت کا مصداق یہ امت ہے جسے کتاب کا وارث بنایا گیا ہے تو علمائے امت سب سے زیادہ اس اعزاز کے مستحق ہیں۔ علماء ہی انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ علم اور اہل علم کے مقام مرتبہ کے لیے شائقین علامہ ابن عبد البر کی جامع بیان العلم اور حافظ ابن قیم کی مفتاح دار السعادة ملاحظہ فرمائیں۔

اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا گھر پر اتنا مال ہی چھوڑ آیا ہوں۔ ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ تو سارا مال لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا میں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا: لا اسبقہ الی شیء ابدا ”میں کبھی بھی ابوبکر سے سبقت نہیں لے سکوں گا۔“

(ترمذی: ۳۶۷۵۔ ابوداؤد: ۱۶۷۸ وغیرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دولت مند حضرات نے تو بلند درجات اور جنت کی دائمی نعمتوں کو حاصل کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس طرح؟ صحابہ نے عرض کیا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں مگر ہم صدقہ نہیں کرتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم غلام آزاد نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم اس کے ذریعے وہ درجات حاصل کر لو گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں اور تم اس کے ذریعے آگے بڑھ جاؤ گے ان سے جو تمہارے پیچھے اور تم سے کوئی بھی بہتر اور افضل نہ ہوگا سوائے اس کے جو وہی عمل کرے جو تم کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ وہ عمل بتلائیے۔ آپ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ بار سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کرو۔ امراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی یہ پڑھنے لگے۔ فقراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے مالدار بھائی بھی اسی طرح کرنے لگے ہیں جیسے ہم کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ (بخاری: ۸۴۳۔ مسلم: ۵۹۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک ساتھی نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ اگر میں کفار کے ہاتھوں شہید ہو جاؤں تو کہا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں، اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (بخاری: ۴۰۴۶)

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

ہوئے انہوں نے دیکھا کہ مسجد کے اگلے حصے میں نمازی حالت رکوع میں ہیں۔ انہوں نے تکبیر کہی اور رکوع میں شامل ہو گئے اور ہم لوگ بھی آگے بڑھے جیسا انہوں نے کیا تھا ہم نے بھی کیا (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ایک نیک آدمی وہاں سے گزرا اس نے کہا علیکم السلام یا ابا عبد الرحمن یہ عبد اللہ بن مسعود کی کنیت ہے تو انہوں نے کہا سچ کہا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے (دیکھا تو) وہ اپنے گھر میں جا چکے تھے اور ہم اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے ان کا انتظار کرنے لگے کہ وہ کب باہر نکلتے ہیں۔ ہم میں سے کسی نے کہا ان سے کون سوال کرے گا؟ طارق کہتے ہیں میں نے کہا میں سوال کروں گا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے سلام کا جواب تو دیا نہیں۔ یوں کہہ دیا کہ سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے پوری تبلیغ کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے قریب لوگوں کو مخصوص کر کے سلام کرنے کا رواج ہو جائے گا، تجارت کی گرم بازاری ہوگی حتیٰ کہ عورتیں اپنے خاوند کی تجارت میں معاون ہوں گی، قطع رحمی عام ہو جائے گی، قلم کا زور ہوگا (یعنی صحافت کی گرم بازاری) اور جھوٹی گواہی عام ہو جائے گی اور سچی گواہی کو چھپایا جائے گا۔“

فائدہ: یہ حدیث معجزہ ہے کہ جیسا فرمایا تھا ویسا ہی اب زمانہ

باب: من کرہ تسلیم الخاصة
مجلس میں سے کسی ایک شخص کو خاص کر کے سلام کرنا مکروہ ہے
۱۰۸۱. عن طارق [ابن شہاب] قال: کُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ جُلُوسًا، فَجَاءَ آذُنُهُ (فَقَالَ): قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ فَدَخَلْنَا الْمَسْجِدَ فَرَأَى النَّاسَ رُكُوعًا فِي مَقَدِّمِ الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ وَرَكَعَ وَمَشِينَا وَفَعَلْنَا مِثْلَ مَا فَعَلَ، فَمَرَّ رَجُلٌ مُتَبَرِّعٌ فَقَالَ: عَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَغَ رَسُولُهُ، فَلَمَّا صَلَّيْنَا رَجَعَ فَوَلَّجَ عَلَى أَهْلِهِ وَجَلَسْنَا فِي مَكَانِنَا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى يَخْرُجَ، فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: أَيُّكُمْ يَسْأَلُهُ؟ قَالَ طَارِقٌ: أَنَا أَسْأَلُهُ، فَسَأَلُهُ فَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ وَفُشُوُ التِّجَارَةِ حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعُ الْأَرْحَامِ، وَفُشُوُ الْقَلَمِ، وَظُهُورُ الشَّهَادَةِ بِالزُّورِ، وَكَيْتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ.)) (صحيح)

”طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے نماز کی اطلاع دینے والے نے آکر بتایا کہ نماز کھڑی ہوگئی چنانچہ عبد اللہ کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسجد میں داخل

خَرَجُوا، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهُ السِّتْرَ وَأَنْزَلَ الْحِجَابُ. (صحيح البخارى: ٦٥)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ میں اس وقت دس سال کا تھا میری مائیں یعنی والدہ اور خالائیں مجھے آپ کی خدمت کی تاکید کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ میں نے آپ کی دس سال خدمت کی۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو میں اس وقت بیس سال کا تھا۔ پردہ کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ سب سے پہلے پردے کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ شب زفاف کے بعد صبح کو لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے مگر کچھ لوگ باقی رہ گئے اور وہ بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر آ گیا تاکہ وہ لوگ بھی باہر چلے جائیں۔ آپ چلتے گئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی (چوکھٹ) دروازے تک آ گئے پھر آپ نے خیال کیا کہ شاید وہ لوگ چلے گئے ہوں گے۔ آپ واپس لوٹے میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ آپ حضرت زینب کے پاس آئے تو وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ پھر واپس ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی چوکھٹ تک آ گئے اور پھر خیال فرمایا کہ وہ لوگ اب جا چکے ہوں گے۔ پھر آپ واپس لوٹے میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ وہ لوگ اب جا چکے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیا اور پردہ کا حکم نازل ہو گیا۔“

حال میں موجود مشہود ہے۔ نسأل الله العافية

۱۰۸۲. عن عبد الله بن عمرو، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: ((تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.)) (صحيح البخارى)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کھانا کھلایا کرو اور جسے تم پہچانو اسے بھی اور جسے نہ پہچانو اسے بھی سلام کیا کرو۔“

فائدہ: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ مقصود اس سے سلام کرنا ہے ہر آشنا و بیگانہ کو۔

باب: كيف نزلت آية الحجاب؟

آیت حجاب کیسے نازل ہوئی؟

۱۰۸۳. عن أنس، أَنَّهُ كَانَ بَنَ عَشْرٍ سِنِينَ مَقْدَمَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ أُمَّهَاتِي يُوطُونَنِي عَلَى خِدْمَتِهِ، فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ، وَتُوفِي وَأَنَا ابْنُ عَشْرِينَ، فَكَانَتْ أَعْلَمُ النَّاسَ بِشَأْنِ الْحِجَابِ، فَكَانَ أَوَّلُ مَا نَزَلَ مَا ابْتَنَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَزِينَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَصْبَحَ بِهَا عَرُوسًا، فَدَعَى الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ، ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ رَهْطٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَطَالُوا الْمُكْثَ فَقَامَ فَخْرَجَ وَخَرَجْتُ لِكَيْ يَخْرُجُوا، فَمَشَى فَمَشِيْتُ مَعَهُ حَتَّى جَاءَ عَتَبَةُ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ، فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ حَتَّى بَلَغَ عَتَبَةُ حُجْرَةَ عَائِشَةَ، وَظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ، فَإِذَا هُمْ قَدْ

آنحضرت ﷺ پر آغاز وحی کی کیفیت

جناب طاہر سورتی

لینے کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے رہتے۔ حتیٰ کہ وہ گھڑی آگئی جس میں پیغام حق آپ ﷺ کو ملا اور آپ غارِ حرا ہی میں تھے۔

آپ ﷺ کے پاس فرشتہ پہنچا اور اُس نے کہا:
”پڑھیے“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔“

اس پر فرشتہ نے آپ ﷺ کو پکڑ کر اس طرح بھیجا کہ آپ کی سانس گھٹنے لگی۔ پھر آپ ﷺ کو چھوڑ دیا اور کہا:
”پڑھیے“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔“

اس فرشتہ نے پھر آپ ﷺ کو پکڑ کر دوبارہ اس طرح دبایا کہ آپ کی سانس گھٹنے لگی۔ پھر چھوڑتے ہوئے کہا:
”پڑھیے“

آپ ﷺ نے وہی جواب دیا:

”میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔“

فرشتہ نے پھر آپ ﷺ کو پکڑ کر تیسری بار بھیجا، پھر چھوڑتے ہوئے کہا:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ افْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝﴾ (العلق: ۱-۳)

”اپنے اس رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو

جسے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی بڑی

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ

بَعْدِهِ﴾ (النساء: ۱۶۳)

”بے شک ہم نے آپ پر اس طرح وحی کی ہے جیسے آپ سے قبل نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام پر وحی کی۔“

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ ”یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”کبھی وحی مجھ پر گھنٹی کی آواز کی طرح نازل ہوتی ہے، اور اس طرح نازل ہونے والی وحی مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، جب یہ ختم ہوتی ہے تو میرے ذہن میں محفوظ ہو جاتی ہے، کبھی فرشتہ انسان کی صورت میں میرے پاس آ کر مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور میں اس کا دیا ہوا پیغام یاد کر لیتا ہوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سخت سردیوں کے دنوں میں میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تھی۔ تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو جاتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کے سلسلہ کا آغاز سچے اور اچھے خوابوں سے ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے تھے وہ فجر کے تڑکے کی طرح صاف نظر آ جاتا، پھر آپ کو تنہائی پسند ہو گئی۔ چنانچہ آپ غارِ حرا میں تنہا رہتے تھے اور وہاں متعدد راتیں گھر تشریف لائے بغیر عبادت کرتے رہتے۔ پھر کچھ توشہ

آنحضرت ﷺ نے حیرت سے پوچھا:
”کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟“

ورقہ نے جواب دیا:

”ہاں، جب بھی کوئی شخص وہ پیغام لے کر آیا جو تم لائے ہو، تو اس سے دشمنی ہی کی گئی۔ اور اگر میری زندگی نے اس وقت تک میرا ساتھ دیا تو میں تمہاری بڑی زوردار مدد کروں گا۔“

ورقہ اس واقعہ کے بعد جلد ہی وفات پا گئے، اور وحی کا سلسلہ بھی ایک مدت تک آنحضرت ﷺ پر بند رہا۔ (بخاری: ۳)

اس درمیانی مدت کا تذکرہ کرتے ہوئے جس میں وحی کا سلسلہ منقطع رہا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ایک دن جب کہ میں چلا جا رہا تھا مجھے اوپر سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے سر اٹھا کر اس آواز کی طرف نگاہ ڈالی کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، میں اس سے مرعوب ہو گیا اور واپس گھر پہنچا اور کہا، مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ ۝ وَثَبَاتَكَ ۝ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ (المدثر: ۱-۶)

”اے لحاف لپٹنے والے اٹھ اور ڈر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اور اپنے کپڑے پاک کر، اور پلیدی دور کر۔“
اس کے بعد وحی کا زور شروع ہو گیا اور لگاتار آتی رہی۔

(بخاری: ۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آ یہ کریمہ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُجْعَلَ بِهِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کو نزول قرآن کے وقت سختی محسوس ہوتی تھی۔ آپ عبارت یاد رکھنے کے لیے اپنے ہونٹوں کو تیزی سے ہلانے لگتے تھے، میں تمہیں اس طرح ہونٹ ہلا کر بتاتا ہوں جیسے آنحضرت ﷺ

عزت والا ہے۔“

ان آیات کو آنحضرت ﷺ تھر تھراتے دل کے ساتھ لے کر ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آئے اور آپ ﷺ نے کہا:

”مجھے کچھ اوڑھا دو۔ مجھے کچھ اوڑھا دو۔“

چنانچہ آپ ﷺ کو کسبل اوڑھا دیا گیا، حتیٰ کہ آپ کی وہ خوف کی کیفیت جاتی رہی، پھر آپ ﷺ نے پورا قصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتانے کے بعد فرمایا:

”مجھے اپنی جان خطرہ میں نظر آتی ہے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

”اللہ کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں ہے، خدا آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، بار اٹھاتے ہیں، نادار کو کما کر دیتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں، اور راہ حق میں پہنچنے والی تکلیفوں پر آپ ﷺ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔“

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں، یہ ورقہ (اسلام سے قبل) عہد جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کیے ہوئے تھے اور عبرانی تحریر لکھا کرتے تھے۔ عبرانی میں انجیل لکھتے رہتے تھے، بڑے بوڑھے اور آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے۔ ورقہ کے پاس پہنچ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا:

”بھائی جان! ذرا اپنے اس بھتیجے کی بات تو سنو۔“

ورقہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا:

”بھتیجے! کیا قصہ ہے تمہارا؟“

اور آنحضرت ﷺ نے اپنا پورا قصہ انہیں سنا دیا، جس پر ورقہ نے آپ سے کہا:

”یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجتا تھا۔ کاش میری جوانی پلٹ آئے، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تمہاری قوم تم کو وطن سے نکال دے گی۔“

ہلایا کرتے تھے (پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلا کر بتائے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُجْعَلَ بِهِ اَنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ
وَقُرْآنَهُ﴾ (القیامۃ: ۱۶، ۱۷)

”اور تو قرآن پڑھنے میں اپنی زبان تیز نہ چلا۔ اس طرح کہ تو اس کے ساتھ شتابی کر لے اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”یعنی تمہارا سینہ تمہارے لیے اس عبارت کو جمع کر دے گا اور تم اسے پڑھو گے۔“

﴿فَاِذَا قُرْآنُهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ (القیامۃ: ۱۸)

”پھر جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو ہمارے پڑھنے کی پیروی کرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”یعنی تم خاموشی سے اسے سنو۔“

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (القیامۃ: ۱۹)

”پھر اس کو کھول کر بتانا بھی ہمارا ہی ذمہ ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ تم اسے پڑھ لیا کرو۔“

چنانچہ اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام آپ کے پاس وحی لاتے تو آپ اُسے خاموشی سے سنتے اور جب جبریل علیہ السلام چلے جاتے تو آنحضرت ﷺ اس وحی کو جبریل علیہ السلام کی قرأت کے مطابق پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری: ۵)

ہرقل کی آخری روداد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس مدت کے دوران میں جس میں کہ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ ایک قریش کا تجارتی قافلہ جس میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ سرزمین شام میں بمقام ایلیاء پہنچا۔ ابوسفیان کو اس

قافلہ کے ساتھ ہرقل نے اپنے دربار میں بلوایا، ابوسفیان کہتے ہیں: ”ہم سب ہرقل کے دربار میں گئے۔ جہاں اس کے اردگرد روم کے سرکردہ سردار موجود تھے۔ ہرقل نے اپنے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ پوچھا:

”تم میں سے کون اس شخص کا سب سے قریبی رشتہ دار ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے؟“

ابوسفیان نے کہا:

”میں ان سب لوگوں میں اس شخص کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔“

ہرقل نے کہا:

”اس شخص کو میرے قریب لے آؤ، اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس کے پاس اس طرح بٹھا دو کہ اس کی پشت ان کی طرف ہو۔“

پھر اُس نے اپنے ترجمان سے کہا:

”اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس سے اُس (نبوت کا دعویٰ کرنے والے) شخص کے متعلق کچھ سوالات کروں گا، اگر جواب میں کہیں یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم سب اس کو جھٹلا دینا۔“

ابوسفیان کہتے ہیں:

”اگر ان سب ساتھیوں کے جھٹلانے کی شرم دامن گیر نہ ہوتی تو بخدا میں آپ کے متعلق کچھ جھوٹا بیان ضرور دیتا۔“

ابوسفیان کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مجھ سے سوال کرتے ہوئے ہرقل نے کہا:

”اُس شخص کا نسب تم میں کیا ہے؟“

ابوسفیان: ”وہ ہم میں بڑا عالی نسب ہے۔“

ہرقل: ”تمہاری قوم میں اس کے دعویٰ سے پہلے کبھی کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟“

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: اچھا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں

”میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں سوال کیا تھا، تم نے بتایا کہ وہ تمہاری قوم میں بڑا عالی نسب ہے، تو دیکھو رسولوں کی بعثت کا یہی قانون ہے کہ وہ عالی نسب ہوتے ہیں۔

پھر میں نے تم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے ایسا دعویٰ تو نہیں کیا تھا۔ تو تم نے کہا کہ نہیں۔ اگر پہلے کسی نے دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا کہ اس نے بھی اپنے پیشرو کی نقل کرنے کا ارادہ کیا ہوگا۔

اس کے بعد میں نے تم سے دریافت کیا کہ آیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوگزا ہے۔ تو تم نے کہا کہ نہیں، اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو مجھے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ یہ شخص اپنے باپ دادا کی حکومت طلب کرنا چاہتا ہے۔

بعد ازاں میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کبھی دعویٰ نبوت سے پہلے اُس شخص کو تم لوگوں نے جھوٹ بولنے کا ملزم قرار دیا تھا۔ تم نے جواب دیا کہ نہیں میں سمجھ گیا کہ جو شخص لوگوں کے خلاف جھوٹ نہیں بولتا وہ یہ جرأت کیسے کرے گا کہ اللہ سے جھوٹی بات منسوب کر دے۔

پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ قوم کے بلند مرتبہ لوگ اس کے پیچھے لگتے ہیں یا کمزور لوگ، تم نے کہا کہ کمزور ہی اس کے پیچھے لگ رہے ہیں۔ تو رسولوں کی پیروی یہی کمزور طبقہ کرتا ہے۔

پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تو تم نے جواب دیا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ تو ایمان کا حال ایسا ہی ہوتا ہے تا آنکہ وہ پورا ہو جائے۔

پھر میں نے دریافت کیا تھا کہ کیا ان میں سے کوئی دین قبول کرنے کے بعد اپنے دین سے بگڑ کر اسے چھوڑ بھی دیتا ہے؟ تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو واقعی ایمان کی تروتازگی جب دل میں گھل مل جاتی ہے تو یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔

پھر میں نے سوال کیا کہ کیا وہ بدعہدی اور وفا نہیں کرتے۔ پھر میں نے تم سے اس کی تعلیمات اور اوامر کے متعلق پوچھا۔ تم نے کہا وہ ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا کوئی شریک بنانے سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں بتوں کی عبادت سے روکتا ہے، نماز کا حکم

ہرقل: قوم کے بڑے اور باعزت لوگ اس کی بات مان رہے ہیں یا کمزور لوگ؟

ابوسفیان: کمزور قسم کے لوگ ہی اس کی اتباع کر رہے ہیں۔

ہرقل: اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

ابوسفیان: ان کی تعداد تو بڑھتی جا رہی ہے۔

ہرقل: ان پیروؤں میں کوئی اس کا دین قبول کر لینے کے بعد اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس کے دعویٰ نبوت سے قبل تم لوگ اس پر کسی جھوٹ بات بیان کرنے کا الزام لگا چکے ہو؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا وہ دغا دیتا ہے، اور بدعہدی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ البتہ آج کل ہم اس مدت میں جس میں ہم نے اس کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس میں کیا کرے گا۔

(ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے اس سوال کے علاوہ اس کے کسی سوال میں اتنی گنجائش نہ ملی کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی بات بڑھاتا۔)

ہرقل: تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

ہرقل: اس کے ساتھ تمہاری جنگ کا نتیجہ کیا ہوا؟

ابوسفیان: اس کی ہماری جنگ برابر رہتی ہے، وہ ہمارا نقصان کرتا ہے اور ہم اُس کا نقصان کرتے ہیں۔

ہرقل: اس کی تعلیمات کیا ہیں، وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے: ”صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ، اور اپنے باپ دادوں کی باتیں چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتا ہے۔ سچائی، پاکبازی و پاک دامنی اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتا ہے۔“

ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے کہو:

لگا اور آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ میں نے باہر نکل کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ کا معاملہ تو اب اتنی اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ یہ گوروں کا بادشاہ بھی اس سے ڈرنے لگا ہے، اسی وقت سے مجھے اس بات کا بھی یقین ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ غلبہ حاصل کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ اسلام مجھ پر داخل کر دیا گیا۔

ابن ناظر جو ایلیاء میں ہرقل کا نمائندہ اور شام کے عیسائیوں کا مذہبی رہنما تھا۔ یہ بیان کرتا تھا کہ ایک دن صبح بیدار ہونے پر ہرقل کی طبیعت کچھ بگڑی ہوئی تھی۔ اس کے ایک فوجی افسر نے طبیعت کی ناسازی کا سبب دریافت کیا، جب کہ ابن ناظر نے بتایا ہرقل نجومی تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجی افسر کا جواب دیتے ہوئے کہا:

آج رات جب میں ستاروں میں غور کر رہا تھا تو مجھے یہ نظر آیا کہ ختنہ والوں کا بادشاہ آگیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو اس قوم میں کون ختنہ کرتا ہے؟ فوجی افسر نے جواب دیا:

”ختنہ تو صرف یہودی کرتے ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے اپنے ملک کے تمام شہروں میں اپنے نمائندوں کو فرمان جاری کر دیجیے کہ وہاں رہنے والے یہودیوں کو قتل کر دیں۔“

ابھی یہ چرچا ہو رہا تھا کہ ہرقل کے پاس بادشاہ کا ایک خاصہ آنحضرت ﷺ کی خبر دینے کے لیے پہنچا۔ اس سے پوری باتیں دریافت کرنے کے بعد ہرقل نے کہا:

”جاؤ اور ان کے متعلق یہ معلوم کر کے آؤ کہ ختنہ وہ کیا ہوا ہے یا بغیر ختنہ کے ہے؟“

چنانچہ جب اس امر کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ مخنون ہیں، پھر اس نے عربوں کی ختنہ کے متعلق پوچھا تو جواب ملا کہ عرب ختنہ کراتے ہیں۔

اس پر ہرقل نے کہا:

”تو یہ ہے اس اُمت کا بادشاہ جو ظاہر ہو گیا ہے۔“

دیتا ہے، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے، جو کچھ تم نے کہا اگر وہ صحیح ہے تو وہ شخص اس جگہ کا مالک ہو جائے گا جو اس وقت میرے ان پیروں تلے ہیں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایسا شخص تم میں نہیں ہوگا بلکہ وہ کہیں تم سے باہر کے علاقہ کا ہوگا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کے دربار میں شرف باریابی حاصل کر سکوں گا تو اس کی ملاقات کے لیے ہر قسم کی تکلیف برداشت کر لوں گا، اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ پھر اس نے آنحضرت ﷺ کا خط منگوا دیا جسے آپ نے دحبہ کے ہاتھ بصری کے فرمانروا کو بھیجا تھا۔ چنانچہ انہوں نے وہ خط ہرقل کو دے دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کو بھیجا جا رہا ہے، جو بھی اس ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو، بعد ازاں میں جس چیز کی طرف تجھے بلا رہا ہوں وہ اسلام کی دعوت ہے تم اسلام لے آؤ تو فوج جاؤ گے اور اللہ تمہیں تمہارا دودھرا بدلہ دے گا۔ اور اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر تمام رعایا اور ماتحت کاشت کاروں کا گناہ بھی ہوگا، اور

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۶۴)

”اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر متفقہ کاربند ہو جائیں جو ہمارے اور تمہاری درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اپنے میں سے کسی کو اللہ کے علاوہ رب بنائے پھر اگر وہ اسے نہ مانیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو بے شک ہم اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔“

ابوسفیان کہتے ہیں:

اس گفتگو کے بعد جب وہ خط پڑھ چکا تو دربار میں بڑا شور مچنے

طرف بھاگے۔ جیسے جنگی گدھے چمک کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔
لیکن انہوں نے دروازے بند پائے۔
ادھر ہرقل نے جب ان کی اس نفرت کو دیکھا۔ تو وہ ان کے
ایمان قبول کرنے سے ناامید ہو گیا۔ پھر اپنے آدمیوں سے کہا:
”انہیں واپس میرے پاس بھیج دو۔“
جب وہ سب حضرات واپس آ گئے۔ تو ہرقل نے ان سے کہا:
”حاضرین! ابھی کچھ دیر پہلے میں نے آپ کے سامنے جو تجویز
پیش کی تھی وہ محض آپ لوگوں کی آزمائش تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا
کہ آپ لوگ اپنے دین پر کس شدت سے پابند ہیں۔ اب مجھے معلوم
ہو گیا کہ آپ لوگ اپنے دین میں رائج ہیں۔
یہ سننے کے بعد تمام حاضرین شاہی آداب کے مطابق اس کے
سامنے سر بہ سجود ہو گئے اور اس سے خوش ہو گئے۔ (بخاری: ۷)
یہ ہے ہرقل کی آخری روداد۔



اس کے بعد ہرقل نے اپنے رومیہ کے نمائندہ کو جو علم نجوم میں
اس کا ہم پلہ تھا۔ یہ واقعہ لکھا اور اس کی رائے دریافت کی، اور ہرقل
محض کے لیے روانہ ہو گیا، ابھی وہ محض کے راستہ میں ہی تھا کہ رومیہ
کے نمائندہ کا جواب اسے ملا جو اس کی رائے کے مطابق تھا کہ
آنحضرت ﷺ کی بعثت کا زمانہ آ گیا ہے، اور وہ نبی ہیں۔
چنانچہ ہرقل نے اپنے محض کے محل میں روم کے تمام سرکردہ
سرداروں اور رئیسوں کو دعوت دی، جب وہ محل میں آ گئے تو تمام
دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ دروازے بند ہو جانے کے بعد وہ
مجلس میں آیا اور یوں گویا ہوا:
”اے رومیو! کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ کامیابی اور راہِ راست
آپ کو مل جائے؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا ملک اور آپ کی
حکومت برقرار رہے؟ آپ یہ چاہتے ہیں تو اپنے ہاتھوں کو اس نبی
کے ہاتھ میں دے دو اور اس نبی سے بیعت کر لو۔“
اتنا سننے کے بعد وہ لوگ اس طرح باہر نکلنے کے لیے دروازوں کی

ضرورت مدرس

شعبہ حفظ کے لیے ایک مختی، شادی شدہ استاذ (جن کی بیوی عالمہ فاضلہ ہوں قابل ترجیح) کی فوری ضرورت ہے۔ معقول وظیفہ اور فیملی
رہائش کی سہولت میسر ہوگی۔ (رابطہ: فون نمبر 0300-4707713)
ضرورت اساتذہ:

شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن کریم کے لیے اساتذہ کی ضرورت ہے۔ تجوید و قرأت جاننے والے حضرات فوری رابطہ کریں۔ مختی اور سلفی العقیدہ
ہونا ضروری ہے۔ (ابوظلم، رحمۃ للعالمین اسلامک سنٹر کشمیر روڈ بھگت پورہ، شاد باغ لاہور۔ فون: 0322-8888399)

اعلان:

مرکز اہل حدیث (علامہ احسان ہسپتال) گھوڑے شاہ روڈ لاہور میں بیرونی طالب علموں کے لیے قرآن کریم کے حفظ کا شعبہ قائم کر دیا گیا
ہے۔ طلباء کے لیے قیام اور طعام کا معقول انتظام ہے۔ خواہش مند طلباء اپنے والد یا سرپرست کے ہمراہ داخلہ کے لیے خود تشریف لائیں۔
(ابو عمر شیخ محمد نعیم بادشاہ، خادم مرکز اہل حدیث: 0306-4460600)

دعائے صحت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری مولانا محمد یلین راہی صاحب علیل ہیں۔ احباب جماعت خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ
تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔ (محمد اسماعیل ساجد)

دوزخیوں اور جنتیوں کی کہانی، ان کی اپنی زبانی

مولانا عزیز زبیدی رحمہ اللہ

کاش میں مٹی ہوتا:

﴿يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدُهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي

كُنْتُ تُرَابًا﴾ (النبا: ۴۰)

”بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے

جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے

دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ

میں مٹی ہوتا۔“

اے کاش! میں آگے کچھ بھیج لیتا:

﴿كَأَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَ

الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِهِمْ لَا يُؤْمِنُ

بِتَذَكُّرِ الْإِنْسَانِ وَآنِي لَهُ الذِّكْرَى﴾ (الفجر: ۲۱-۲۴)

”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی

جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف

ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان

نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت

کہاں۔ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے

آگے بھیجا ہوتا۔“

ہائے کس نے جگا اٹھایا؟

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

يُنْسَلُونَ﴾ قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ بَعْثُنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۚ هَٰذَا مَا

وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ (یس: ۵۱، ۵۲)

”اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے

رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے

ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے

اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ

کہا تھا۔“

اشرار کا معیار نیک و بد:

نیک و بد کا معیار ہر طبقہ کا اپنا اپنا ہوتا ہے۔ اور وہ اسی پر نازاں

رہتا ہے۔

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

(مومنون: ۵۳۔ الروم: ۳۲)

”ہر فرقہ اور گروہ اسی پر فریفتہ ہے جو اس کے پاس ہے۔“

اس لیے دنیا کو دنیا کی اس ستم ظریفی کے دن بھی دیکھنے پڑے،

کہ جو لوگ ہر اعتبار سے برے اور بد تھے، انہوں نے ان ابرار کو

”اشرار“ کے نام سے پکارا جن کے معصوم چہروں پر نظر پڑ جائے تو خدا

یاد آ جائے۔ لیکن دنیا میں ان کو اس کا قطعاً احساس نہیں ہوگا۔ جب

آنکھیں بند ہوں گی تو ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ چنانچہ وہ قیامت میں

کہیں گے:

﴿وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رَجُلًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ ۚ

اتَّخَذْنَاهُمْ سِحْرِيًّا ۚ أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۚ﴾ (ص: ۶۲-۶۴)

”اور وہ کہیں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھ

رہے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے

انہیں مذاق بنائے رکھا، یا ہماری آنکھیں ان سے پھر گئی ہیں۔

بلاشبہ یہ آگ والوں کا آپس میں جھگڑنا یقیناً حق ہے۔“

مشہور مترجم مولانا عاشق الہی اس پر لکھتے ہیں:

”دوزخ میں دوزخی اپنے مشرب کے تمام اعلیٰ وادنیٰ کافروں کو دیکھیں گے، مگر فقراء مسلمین جو اسلام کے سبب جنت میں جا داخل ہوئے، وہاں نظر نہ آئیں گے، تو یہ حیران ہو کر باہم کہیں گے کہ وہ مسلمان جن کو ہم دنیا میں برا سمجھتے رہے ہیں یہاں دکھائی نہیں دیتے۔ کیا ہم نے دنیا میں ان کی ہنسی بنا رکھی تھی کہ وہ اس قابل نہ تھے، اور اسی لیے وہ جہنم میں نہیں آئے، یا آئے تو ہیں مگر ہماری نگاہ چکرا رہی ہے کہ ان پر پڑتی نہیں۔“

برے لوگوں نے ہمیشہ اچھے اور بھلے آدمیوں کے نام دھرے اور ان کا مذاق بنایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان ظالموں نے ”دیوانہ“ کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کم بختوں نے ”احمق“ (سفہا) بتلایا۔ حضرت نوح علیہ السلام پر الزام لگایا کہ یہ دین کی آڑ میں اقتدار چاہتا ہے۔

﴿يُرِيدُ أَنْ يَمْلِكَ الْوَدَّاعِينَ﴾ (المؤمنون: ۲۴)

آپ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہا، یہ نچلے درجہ کے اور کم فہم لوگ ہیں۔

﴿هُمْ أَزْوَاجٌ لِّبَادِي الرِّأْيِ﴾ (ہود: ۲۷)

﴿وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ﴾ (الشعراء: ۱۱۱)

حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ تم احمق ہو۔ العیاذ باللہ

﴿إِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ﴾ (الاعراف: ۶۶)

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو نعوذ باللہ منہم کہا۔

﴿قَالُوا طَائِفًا مِّنْكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ (النمل: ۴۶)

پھبتی کستے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو بناوٹی قسم کے مرتاض اور ریا کار زاد قرار دیا۔

﴿أَنَّهُمْ أَنَاسٌ يَنْتَهَرُونَ﴾ (الاعراف: ۸۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جاہ پرست

﴿وَتَكُونُ لَكُمْ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ﴾ (یونس: ۷۸)

آسیب زدہ

﴿يَتَى لَاطُنُكَ يَمُوسَىٰ مَسْحُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۱)

آپ کی جماعت کی تحقیر کا ان کو طعنہ دیا۔

﴿أَنزُلْنَا لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمَهُمَا لَنَّا عَبْدُونَ﴾

(المؤمنون: ۴۷)

جادوگر کا لقب دیا

﴿وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ (الذاریات: ۳۹)

ذلیل کم عقل اور توتا کہا۔

﴿هَذَا الَّذِي هُوَ مِثْلُ لَنَا وَلَا يَكَادُ يُبِينُ﴾ (الزخرف: ۵۲)

مفسد یعنی فساد کرنے والا نام دھرا۔

﴿لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (الاعراف: ۱۲۷)

غرض جتنا کوئی فرد یا گروہ بد ہوتا ہے، وہ اتنا ہی اللہ والوں پر الزام لگاتا، نام دھرتا، ان کو بدنام کرتا اور مذاق بناتا ہے۔ اس سے غرض ان کی یہ ہوتی ہے کہ ان کی اپنی کمزوریاں عوام کی نگاہ سے پوشیدہ رہیں۔ اور نیکو کاران عوام کے لیے مرجع عقیدت نہ بننے پائیں تاکہ ان ظالموں کی چودھراہٹ سلامت رہے۔ قرآن مجید نے ان بدنیت افراد اور طبقات کی فضول گوئی اور الزام تراشیوں کے جو نمونے ذکر کیے ہیں آج کل ہم خود اپنے مسلمانوں کے معاشرہ میں اس سے سوا پاتے ہیں۔ اگر ان کے نمونے دیکھنے ہوں تو سیاسی کھلندڑوں اور منہ پھٹ ادیبوں کی دنیا کی سیر کر کے دیکھ لیجیے۔ ان شاء اللہ طبیعت بھر جائے گی۔

بعد المشرقیین:

وہ شیطان جس کی تلقینات بد پر برے لوگ فریفتہ رہے، وہ انجام دیکھ کر قیامت میں کہیں گے کہ کاش ہمارے درمیان پورب، پچھم کا فاصلہ ہوتا، لیکن اب یہ پچھتاوا کام نہیں آئے گا:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ

قَرِينٌ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

مُهْتَدُونَ ۚ﴾ (حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ لِيُتِيَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَكَ بَعْدُ

الْمُشْرِكِينَ قَبَسَ الْقُرَيْنُ ۝ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝ (الزخرف: ۳۶-۳۹)
”اور جو شخص رحمن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔ اور بے شک وہ ضرور انہیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔ اور آج یہ بات تمہیں ہرگز نفع نہ دے گی، جب کہ تم نے ظلم کیا کہ بے شک تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو کے درمیان تیسری کوئی راہ نہیں ہے، جو رحمان کو یاد رکھتا ہے، شیطان اس سے دور رہتا ہے، اور اس پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اور جو یا د الہی سے محروم ہے، شیطان ضرور اس کا رفیق زندگی رہتا ہے۔ یا د الہی کے معنی ہیں، کہ انسان زندگی کے ہر پہلو میں اس کی رہنمائی کو ملحوظ رکھے۔ اور زبان اس کے ذکر اور حمد و ثنا سے تر رہے۔ ورنہ شیطان یقیناً اس پر سوار ہو جائے گا۔ جو نیچے دروں اور نیچے بروں والا معاملہ رکھتے ہیں۔ یعنی آدھا تیز آدھا بیٹر۔ خدا کو بھی راضی رکھنا چاہتے اور شیطان کو بھی خوش رکھتے ہیں۔ وہ بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہیں۔ جس قلب میں شیطان کی آمد و رفت رہتی ہے وہ دل خدا کا نشین نہیں رہ سکتا۔

یہ خود ہی ایسا تھا:

یہ شیطان جس کی رفاقت میں منکر حق سدا مست رہا تھا، قیامت میں وہ خدا کے حضور کہے گا، کہ الہی! میں نے ان کو آداب بغاوت نہیں سکھائے تھے، بلکہ یہ خود ہی ایسے تھے۔

﴿قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتَهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ﴾
”اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا اور لیکن وہ خود ہی گمراہی

میں تھا۔“ (ق: ۲۷)

چلو چھٹی ہوئی جس کی نشہ آور ترغیبات سے یہ سدا بد مست رہتے تھے، آج آڑے وقت میں وہ بھی جواب دے گیا۔ اب اور کون سنے، اور جس ذات حق سے فریاد سننے کی امید تھی، وہ اب ان کو اپنے در سے اٹھا دے گا۔ اُف!

﴿قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ ۝ مَا يُدَلُّ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾
”فرمایا میرے پاس جھگڑا مت کرو، حالانکہ میں نے تو تمہاری طرف ڈرانے کا پیغام پہلے بھیج دیا تھا۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ہرگز کوئی ظلم ڈھانے والا نہیں۔“ (ق: ۲۸، ۲۹)

یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے جب دوزخ سے پوچھا جائے گا تو کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی بد لوگ میری خوراک ہیں سو وہ جتنے ہوں تھوڑے ہیں۔

﴿يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾
”جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟“ (ق: ۳۰)

غور فرمائیے! زندگی میں جس شیطان کو رفیق بنا کر رہے وہ بھی ساتھ چھوڑ گیا۔ حق تعالیٰ اس سے پہلے ان سے روٹھ چکے تھے۔ دوزخ سامنے پڑی مزید دوزخیوں کے ایندھن کا مطالبہ کر رہی ہوگی، ان حالات میں، ان پر خود غلط لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ العیاذ باللہ

صرف ہفتہ عشرہ رہے:

﴿يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝﴾

(طہ: ۱۰۲-۱۰۴)

”جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ لَنَا ۖ قَالَ النَّارُ
مَثْوًى لَّكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ (الانعام: ۱۲۸)

”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کی
جماعت! بلاشبہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا بنا لیا، اور
انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے
رب! ہمارے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنے
اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔
فرمائے گا آگ ہی تمہارا ٹھکانا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے
والے ہو۔“

علامہ عثمانی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”یعنی اے شیاطین! جن تم نے بہت سے بد بخت انسانوں کو
اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ لگا لیا۔“

”دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں، وہ فی الحقیقت
خبیث جن وشیاطین کی پوجا ہے۔ اسی خیال پر کہ وہ ہمارے
کام نکالیں گے، ان کو نیازیں چڑھاتے ہیں۔ اور ویسے بھی
بہت سے اہل جاہلیت تشویش و اضطراب کے وقت جنوں
سے استعانت کرتے تھے۔ جیسا کہ سورہ جن میں اشارہ کیا
گیا ہے..... جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان
برابر پکڑے جائیں گے، اور حقائق کا انکشاف ہوگا۔ بہت
مشرک لوگ یوں عذر کریں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم نے
پوجا نہیں کی، لیکن آپس میں وقتی کارروائی کر لی تھی اور موت
کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک
دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کر لیا کرتے تھے۔ ان
کی عبادت مقصود نہ تھی۔“

وہ خود ہی اپنے خلاف گواہ ہو گئے:

حضرت حق تعالیٰ قیامت میں منکرین حق سے فرمائیں گے کیا
ہمارے رسول تمہارے پاس نہیں پہنچے تھے؟ کیا انہوں نے تمہیں میری
آیات نہیں سنائی تھیں، اور اس دن سے تمہیں نہیں ڈرایا تھا جو تمہیں

گے۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دس دن کے
سوا نہیں ٹھہرے۔ ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کہہ
رہے ہوں گے، جب ان کا سب سے اچھے طریقے والا کہہ
رہا ہوگا کہ تم ایک دن کے سوا نہیں ٹھہرے۔“

مولانا شبیر احمد عثمانی اس پر لکھتے ہیں:

”یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی
شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا، کہ
گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے بڑی جلدی دنیا ختم ہوگئی،
یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں
گی۔ بے ہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی، یا شاید
معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے۔ یعنی دنیا میں بہت ہی کم
ٹھہرنا ہوا، موقع نہ ملا کہ آخرت کے لیے کچھ سامان
کرتے۔“ جیسے.....

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ لَا مَلِئُوا غَيْرَ
سَاعَةٍ ۖ﴾ (الروم: ۵۵)

”اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ
ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔“

اس کے آگے کا ٹکڑا یہ ہے:

﴿كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝﴾ (الروم: ۵۵)

”اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔“

یعنی دنیا میں بھی اسی طرح حقائق کے خلاف چلتے تھے اسی طرح
آج بھی اٹے جا رہے ہیں۔ نہ دس دن نہ ایک دن اور نہ ایک بل،
بلکہ اس سے زیادہ عمریں پائیں۔ اس لیے وہاں بھی وہ اپنی فطرت کی
اسی کجی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ جس کا وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَمْعَشِرُ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ
مِّنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

پیش آیا ہے؟

﴿قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا﴾ (الانعام: ۱۳۰)

”وہ کہیں گے، الہی! ہم اپنے اوپر آپ ہی گواہی دیتے ہیں۔“
حق تعالیٰ اس کی وجہ بتاتے ہیں:

﴿وَعَرَّضْنَاهُمُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ (الانعام: ۱۳۰)

(در اصل) دنیا کی (چندر روزہ) زندگی نے ان کو فریب میں ڈال دیا تھا۔“

ایک دوسرے پر لعنتیں:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَقَّوهُمْ لَا قَالُوا آيِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾ (الاعراف: ۳۷)

”یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے، جو انھیں قبض کریں گے تو کہیں گے کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی وہ کافر تھے۔“

اس پر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے:

﴿قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنَّ وَ الْإِنْسِ فِي النَّارِ﴾ (الاعراف: ۳۸)

”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔“
دوسری جگہ سے پتا چلتا ہے:

”کافروں کو جہنم میں ٹولیوں کی شکل میں بھیجا جائے گا۔“

(الزمر)

﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعْنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا رُكِّبُوا فِيهَا جَمِيعًا لَا قَالَتْ أُوْخْرَاهُمْ لَوْ لَهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ﴾ (الاعراف: ۳۸)

”جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت

کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی کچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔“

﴿قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف: ۳۸)

”فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔“
اب ہارے اور پٹے ہوئے جوار یوں کی طرح پھرو۔ ایک دوسرے سے الجھنا شروع کر دیں گے:

﴿وَقَالَتْ أُولَٰئِهِمْ لَا خُرْهُمُ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ (الاعراف: ۳۹)

”اور ان کی پہلی جماعت اپنی کچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمہاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے ان کی روح قبض کر کے برے حال سے لے جاتے ہیں، تو ان سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارتے تھے، وہ کہاں گئے، جو اب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ، تاکہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے، کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود و مستعان بنایا جو اس کے مستحق نہ تھے، آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتا نہیں، لیکن یہ نادقت کا اقرار اور ندامت کیا نفع دے سکتا ہے۔“

لعنت اختہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یعنی اس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں گے، کہ تم پر خدا کی لعنت ہو، تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے۔ اور سردار اتباع سے کہیں گے کہ ملعونو! اگر ہم

بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔“

ان کو مال اور اولاد کی مستی لے ڈوبی:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُوا أَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يُنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ ۖ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝﴾ (الفرقان: ۱۷، ۱۸)

”اور جس دن وہ انھیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ (تیری) یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“ (جاری ہے)



گڑھے میں گر پڑے تھے، تو تم کیوں اندھے بن گئے؟“
لِكُلِّ ضِعْفٍ پرتحریر فرماتے ہیں:

”یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دگنا، کہ خود گمراہ ہوئے، اور دوسرے آنے والوں کے لیے راہ ڈالی۔ اور ایک طرح پچھلوں کا گناہ، کہ خود بیکے اور پہلوں کا حال دیکھ سن کہ عبرت حاصل نہ کی۔“

﴿فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ الایہ کی تفسیر کرتے ہیں:
”یعنی ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں تم کو بھی اپنی کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔“

اے کاش، ہائے افسوس!

﴿وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَتَنَبَّأُنِي الرَّسُولُ سَبِيلًا ۝ يُؤَيِّلُنِي لِيَتَنَبَّأُنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝﴾ (الفرقان: ۲۷-۲۹)

”اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ

ضرورت رشتہ

اہل حدیث نمازی لڑکی کے لیے اہل حدیث نمازی لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات کی کوئی قید نہیں۔ عمر ۲۳ سال، تعلیم ایف۔ اے۔

(رابطہ: لڑکی کا بھائی ضیاء الدین۔ فون نمبر 0322-7714877)

سالانہ کانفرنس برائے خواتین

جامعہ سلفیہ للبنات اہل حدیث چوک بیگم کوٹ لاہور میں ایک تبلیغی و اصلاحی کانفرنس ۸۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ صبح ۱۰ تا ۳ بجے سہ پہر منعقد ہو رہی ہے۔ مفسرہ قرآن، پروفیسر ام عبدالرب صاحبہ کا خطاب ہوگا۔

”قدرتی آفات اور ان کا شرعی حل“ کے موضوع پر خطاب فرمائیں گی، ان شاء اللہ۔

دیگر مبلغات بھی تشریف لارہی ہیں۔ (ام انعام اللہ، مدیرہ جامعہ ہذا)

انابت الی اللہ

مولانا عبدالمعید (بنارس)

میں لغزش ہو فوراً امنڈتی آنکھوں، دھڑکتے دل اور جلتے ہوئے احساس کے ساتھ اللہ کی طرف واپس آ جائے۔

انابت کی کیفیت انسان پر یا تو احساسِ عبدیت کے طور پر طاری ہوتی ہے، یا اس پر یہ کیفیت اس وقت طاری ہوتی ہے جب وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ﴾ (الزمر: ۸)

”جب انسان پر مصیبت آپڑتی ہے تو وہ اپنے رب کو بخشوع مائل ہو کر پکارنے لگتا ہے۔“

﴿وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ﴾

”اور جب لوگوں پر مصیبت آپڑتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتے ہیں۔“ (الروم: ۳۳)

مصیبت کی در آمد کردہ کیفیت غرض مندی اور حاجت مندی کی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ کیفیت اسٹالن اور نیکسن پر بھی طاری ہوتی ہے اور انہیں اس وقت اللہ یاد آتا ہے، چاہے وہ زندگی بھر الحاد کے نظریہ کے مناد رہے ہوں۔ اگر یہ کیفیت غرض مندی پر کھینچ لائے تو اللہ اسے رد نہیں کرتا۔ قوم یونس علیہ السلام اسی طرح راہ یاب ہو گئی تھی۔ لیکن عام طور پر ناشکرا انسان مصیبت کے ٹلتے ہی اس کیفیت کا بھی گلا گھونٹ دیتا ہے۔

انابت کی دوسری کیفیت جو احساسِ عبدیت اور شعورِ ذات سے پیدا ہوتی ہے، یہی مرغوب کیفیت ہے، انابت کی ایسی صفت انبیاء اور مومنوں کی صفت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اواہ منیب تھے۔

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾ (ہود: ۷۵)

خالق و مخلوق کے درمیان معبود و عبد کا رشتہ ہے، عبدیت انسانی فضل و برتری کی معراج کمال ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں انبیاء کی فضیلت و برتری کے اعلیٰ معیار کا بیان ہے۔ اس کی تعبیر عبد سے ہوئی، اس تعبیر میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت اور مہربانی بھی نمایاں ہوتی ہے۔ عبدیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی بے بسی کا احساس ہو اور ہر دم اللہ کے کرم کا شعور ہو، اس کے اندر خشیت و تقصیر کا جذبہ ابلتا ہو اور ہمہ وقت اس پر اللہ کی کار سازی اور ہمہ گیر قدرت کی تاثیر چھائی ہو۔ کسی بھی لمحہ اس کے اندر کبر و غرور نہ پیدا ہو اور اپنی مخلوقیت و عبدیت کے دائرے سے نہ نکلے۔

لیکن اس کا رگاہ حیات میں انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہو سکتا ہے، بشریت کا اقتضا یہی یہی ہے، زخارف دنیا اسے سیدھی راہ سے ہٹا بھی سکتے ہیں، دنیا کے فتنوں میں الجھ بھی سکتا ہے، شہواتِ نفس کا شکار بھی ہو سکتا ہے، قرآن نے انسان کی اصل پوزیشن واضح کی ہے کہ اسے کیا ہونا چاہیے پھر اس اعتراف کے ساتھ کہ بشری کمزوری کی بنا پر وہ بھٹک سکتا ہے۔ ہدایت و راہ یابی کا طریقہ بھی بتلا دیا ہے، یعنی بشری کمزوری کی تاثیر سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ انابت ہے۔

انابت کا مطلب یہ ہے کہ ایک خطا کار انسان اپنی غلطی کے احساس سے بلک پڑے، اس کے اندر شعورِ ذات کی ایسی چنگاری چمک اٹھے کہ گناہوں اور لغزشوں کے ارتکاب کی لذت خاکستر ہو جائے اور اس کا دل اللہ کی طرف پھر جائے، وہ جو بھی قدم اٹھائے اسے ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہے کہ سیدھی راہ سے بھٹک نہ جاؤں پھر اس کے سبب بارگاہِ الہی سے توفیقِ ہدایت مانگتا رہے، یوں وہ ہمیشہ اپنے تعلق باللہ کا رشتہ دم بدم استوار کرتا رہے اور جب کہیں اسے اس راہ

”ابراہیم بہت زیادہ آہ و بکا کرنے والے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔“

انبیاء علیہم السلام کی ذات معصوم ہے، ان سے لغزش نہیں ہوتی، لیکن خشیت رب کا ان پر ایسا غلبہ رہتا ہے کہ ہر دم وہ ذات رب سے لو لگائے رہتے ہیں اور ہر تصرف و عمل میں اس کی خوشنودی اور ہدایت کے طلب گار رہتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے ایک آزمائش میں ڈالا وہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور اپنے سارے وجود کو عجز و انکسار اور خشیت کی کیفیت سے تڑپا ڈالا۔ استغفار سے ان کی زبان زمرہ سنج ہو گئی۔ انابت کی یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کو ایسی بھائی کہ انہیں آزمائش کی تاثیر سے بچالیا اور انہیں اس شانِ عبدیت کے عوض معاف کر دیا۔

﴿وَوَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ ۝﴾ (ص: ۲۴، ۲۵)

”داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے، پھر کیا تھا لگے اپنے رب سے معافی مانگنے اور رکوع میں ہو لیے اور انابت کی۔ ہم نے اسے اس سے معاف کر دیا۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا، انہوں نے تضرع و خشیت کے ساتھ اپنے دل کو اللہ کی طرف پھیر دیا اور مغفرت کے طلب گار بنے، اس شانِ عبدیت کے بدلے میں انہیں اس کارگاہِ حیات کی بے مثال فرمانروائی ملی اور کائنات کی قوت بشری سے برتر مخلوقات کو ان کی خدمت میں لگا دیا گیا۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَبْغِي لِيَ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُحَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينُ كُلٌّ بِنَاءٍ وَعَوَاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (ص: ۳۹، ۴۰)

”ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کی کرسی پر جسم کا ایک

ڈھانچہ ڈال دیا، پھر انہوں نے لو لگائی، کہا اے رب ہمیں بخشش دیجیے۔ اور ہمیں ایسی سلطنت عطا فرماؤ کہ پھر وہ میرے بعد کسی کے لیے مناسب نہ ہو، تو بہت بڑا عطا کنندہ ہے۔ ہم نے ہوا کو اس کے زیر اختیار کر دیا۔ وہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم خرام ہو جاتی اور شیطانوں کو بھی ہر طرح کے معمار اور موتیوں کے نکالنے والے غواص اور دوسرے شیاطین کو بھی جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری دین ہے، احسان کر دیا روک لو، کوئی حساب نہیں۔“

یہی شانِ عبدیت ذوقِ انابت اور دوسرے انبیاء اور مومنوں کی رہی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو دین کی دعوت دی انہیں معاشرہ میں رچی بسی برائیوں سے روکا۔ اہل مدین نے اس ربانی آواز کے خلاف احتجاج کیا، حضرت شعیب علیہ السلام نے اس احتجاج کا جواب دیا۔

﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝﴾

”مجھے توفیق صرف اللہ کی جانب سے ملی ہے میرا اسی پر توکل ہے اور میں اسی سے لو لگتا ہوں۔“ (ہود: ۸۸)

توکل اور انابت سے پر دل مصفا کی آواز عبدیت کی ایسی شان لیے ہوئے ہے کہ اس میں فدائیت اور تعلق باللہ کے ہزار جلوے پوشیدہ ہیں۔ زندگی کی ساری تک و دو توکل اور انابت کے محور پر ہو رہی ہے۔ یہ تین جملے ایک مومن کی زندگی کا محور متعین کر رہے ہیں۔ ان سے اطاعت شعاری اور فرماں برداری کے چشمے ابلے پڑ رہے ہیں۔ یہی مومن کی شان ہوتی ہے، اس کے کام میں خود نگری و خود بینی نہیں ہوتی۔

جب انبیاء علیہم السلام دعوتِ دین آشکارا کرتے ہیں اور ان کی باطل پرست قومیں اُن کے پیچھے پڑتی ہیں تو ان کو داعیہ نہ جواب دے کر کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ

الْمَصِيرُ ۝﴾ (ممتحنہ: ۴)

”اے رب! تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور ہم تجھی سے لو لگاتے ہیں اور ہمارا ٹھکانہ تیرے پاس ہے۔“
انابت اپنے اندر اخلاص و تقویٰ اور تعلق باللہ کے وہ عظیم معانی رکھتی ہے کہ جس کے اندر انابت کی صفت پیدا ہو جائے وہ بشارت ربانی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِي ۝﴾ (الزمر: ۱۷)
”جنہوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ سے لو لگائی، ان کے لیے بشارت ہے۔ میرے بندوں کو بشارت دے دو۔“

طاغوت یعنی دنیا کی تمام چیزیں جو تعلق باللہ کی راہ میں حائل ہوں ان سے اجتناب اور انابت دو چیزیں ہیں جو ایک مسلمان کو اللہ کی دو نعمتوں کا مستحق ٹھہراتی ہیں:
۱: بشارت - ۲: ثبوت عبدیت

بشارت دینے والا اور عبدیت کی سند عطا کرنے والا خالق کائنات ہے۔ اگر مسلمان طاغوت سے اجتناب کے ساتھ انابت کی صفت پیدا کر لے اور بشارت و سند عبدیت کا مستحق بن جائے۔ تو دنیا کی کوئی نعمت اس سے بہتر نہیں ہو سکتی، مسلمان صفت انابت سے اپنا مقصد حیات پالیتا ہے۔

انابت انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے، انابت بشارت و سند عبدیت عطا کرتی ہے۔ انابت باعث ہدایت ہے۔

﴿قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أُنَابَ ۝﴾
”کہہ دو اللہ جسے چاہتا ہے گم گشتہ راہ کر دیتا ہے اور جو اس سے لو لگائے اسے راہ یاب کر دیتا ہے۔“ (الرعد: ۲۷)
﴿اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝﴾
”اللہ جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور جو اس سے لو لگائے اس کو ہدایت دیتا ہے۔“ (الشوری: ۱۳)

انسان کو جب عرفان ذات حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی

محدودیت عجز و محتاجی کا علم ہو جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کی غیر محدودیت کا ادراک ہو جاتا ہے اس وقت وہ حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے اسے اس کا صلہ ہدایت کی صورت میں مل جاتا ہے۔

اگر انسان کے اندر انابت کی کیفیت پیدا ہو جائے اور اسے ذوق انابت کی چاشنی مل جائے تو کائنات میں اللہ کی بکھری ہوئی نشانیاں عبرت و موعظت و تذکیر و بصیرت عطا کرتی ہیں۔ ہر لحظہ اسے یہ یاد دلاتی رہتی ہیں کہ ان کا کوئی بنانے والا ہے، وہ بے پناہ قدرت، لا محدود علم کا حامل ہے۔ یوں کائنات کا یہ وسیع کارخانہ مومن کی روحانی غذا کا ایک دسترخوان بن جاتا ہے۔

﴿يُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝﴾ (غافر: ۱۳)

”اللہ تمہارے لیے آسمان سے روزی نازل کرتا ہے، لیکن خدا کی یاد لو لگانے والوں ہی کو آتی ہے۔“

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝﴾ (سبا: ۹)

”اس میں ہر لو لگانے والے بندے کے لیے عبرت ہے۔“

﴿تَبْصِرَةٌ وَذِكْرٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝﴾ (ق: ۸)

”ہر لو لگانے والے بندے کے لیے بصیرت و موعظت ہے۔“

انابت کا فقدان اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کٹ چکا ہے۔ دنیا کی رنگینیاں اور دلفریبیاں اسے اپنا اسیر بنا چکی ہیں۔ انسان جب اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اسے اللہ کی دھمکی آتی ہے وہ دردناک عذاب کے آدھکنے کا انتظام کر لیتا ہے۔

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ۝﴾ (الزمر: ۵۴)

”اپنے اوپر عذاب الہی نازل ہونے سے پہلے اپنے رب سے لو لگاؤ اور اسی کے پابند فرمان بنو۔“

انابت کی یہی اہمیت تھی کہ اسلاف ہر آن اللہ سے لو لگاتے تھے وہ اخلاص کے ساتھ حتی الوسع کوشش کرنے کے بعد اس احساس کے

اب ذوقِ انابت کی جگہ ”ذوقِ سیاست“ نے لے لی ہے، خدائے کار ساز کے بجائے اپنی کاوشوں پر اعتماد کر لیا گیا ہے۔ ہر کام میں جوڑ توڑ و سیسہ کاری کا فرما ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کی ساری برکتیں چھن گئی ہیں اور تمام رزم آرائیوں اور بزم آرائیوں کا شہرت و ناموری یا زرو مال رہ گیا ہے۔

ساتھ کہ مبادا کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوگئی اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے اور روتے تھے۔ اشک سحر گاہی سے وضو کرتے تھے، آہوں اور کراہوں سے اپنے دل کی لگی بجھاتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ ان کے کاموں میں برکت ہوتی تھی۔ نورِ ہدایت انہیں گمراہی کی تاریکیوں سے بچاتا تھا۔

اعلانِ داخلہ

جامعہ خادم القرآن والحديث جھوک دادو طور ضلع فیصل آباد میں طلباء و طالبات کے لیے داخلے آخر شوال تک جاری ہیں۔ اپنے سرپرست کے ساتھ داخلے کے خواہش مند فوری رابطہ کر سکتے۔ (حاجی عبداللہ عتیق۔ فون نمبر: 0300-7644337)

مدرسین خواتین و حضرات کی ضرورت ہے

ادارہ نصر الائمہ کھیلی بانی پاس مدرسہ معاذ بن جبل شیخوپورہ موڑ گوجرانوالہ کے تحت بعض اہل حدیث مدارس و مساجد میں تدریسی امور انجام دینے کے لیے قرأت و قاریہ حضرات و خواتین کی فوری ضرورت ہے۔ میاں بیوی دونوں آسامیوں کے لیے بھی رابطہ کریں۔ رہائش، تنخواہ معقول ہوگی۔ ان شاء اللہ (امیر حمزہ، حماد طور ادارہ نصر الائمہ گوجراں والا۔ فون: 0333-8112611)

خوش خبری

الجامعۃ السلفیہ اسلام آباد کے پانچ طلبہ کا امسال سعودی جامعات میں داخلہ منظور ہو چکا ہے۔ واللہ الحمد علی ذلک

۱: زین عرفان بن محمد عرفان (سنہ فراغت: ۲۰۱۰ء) جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض

۲: خرم سعید بن محمد سعید (سنہ فراغت: ۲۰۰۹ء) جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض

۳: صلاح الدین بن غلام اکبر (سنہ فراغت: ۲۰۱۱ء) جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ

۴: کلیم حسین شاہ بن محمد خورشید شاہ (سنہ فراغت: ۲۰۰۸ء) جامعۃ اسلامیہ مدینہ منورہ

۵: خرم سعید بن محمد سعید (سنہ فراغت: ۲۰۰۹ء) جامعۃ اسلامیہ مدینہ منورہ

انتظامیہ، اساتذہ و طلباء جامعہ سلفیہ اسلام آباد کی طرف سے ان طلباء کو ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علمی سفر میں قدم قدم پر انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے اور کامیابیاں عطا فرمائے، آمین۔ (ادارہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد)

سیرت شافع محشر علیہ السلام کانفرنس

مرکزی جمعیت اہل حدیث و اہل حدیث یوتھ فورس سمندری کے زیر اہتمام ۲۸ ویں سالانہ عظیم الشان سیرت شافع محشر علیہ السلام کانفرنس ۶ اکتوبر بروز جمعرات بعد نماز عشاء فاروق اعظمؓ گول چوک سمندری میں پورے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے جس میں سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب، قاری محمد حنیف ربانی، مولانا منظور احمد، مولانا محمد یوسف پسروری، حافظ بنیامین عابد اور مولانا بہادر علی سیف صاحب خطاب فرمائیں گے۔ نیز پروفیسر علامہ ساجد میر صاحب لائبریری انجمن اہل حدیث کے اضافی حصے کا افتتاح بھی فرمائیں گے۔ (انتظامیہ انجمن اہل حدیث، سمندری)

قادیانی شبہات کا ازالہ

عطا محمد جتوہ

نزول عیسیٰ بن مریم ختم نبوت کے منافی نہیں:

منظر درانی نے اعتراض کیا کہ آخری زمانے میں آنے والے عیسیٰ کی حدیث کی صداقت پر یقین ہے۔ ہاں یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ اگر عیسیٰ نبی اللہ تشریف لائیں گے تو پھر ختم نبوت کا کیا مطلب ہوگا؟

جس طرح خاتم اولاد سے مراد آخر میں ہونے والا بچہ ہوتا ہے۔ اس کے پہلے بچوں میں سے ایک دیار غیر چلا جائے اور حسن اتفاق سے خاتم اولاد سمیت دوسرے بچے یکے بعد دیگرے فوت ہو جائیں۔ دیار غیر میں رہنے والا وطن واپس آجائے تو وہ بدستور پہلے کی طرح بیٹا تو ہو سکتا ہے لیکن خاتم اولاد نہیں کہلا سکتا۔ جس طرح خاتم اولاد سے مراد اُس کے بعد کوئی اور نیا پیدا نہیں ہوا اسی طرح خاتم التبیین سے مراد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ پہلے آنے والے بدستور نبوت کے منصب پر فائز ہیں۔ اللہ سبحانہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور قیامت کے قریب اُن کا نزول ہوگا۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے درمیان میں فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ (الزخرف: ۶۱)

”بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) کا نزول (علامت قیامت ہے۔ پس تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔“

حافظ محمد امین انجم قادیانی شبہ کا ازالہ کرتے ہیں۔

اس آیت میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک کا تعلق سیدنا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور دوسری بات کا تعلق خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہے۔

اللہ رب العزت کا فیصلہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ بھیجے جائیں گے اور محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس آیت میں تمام اشکالات کا ازالہ کر دیا گیا ہے جو کسی کند ذہن کے لیے مشکل کا باعث بن سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کوئی شخص یہ شبہ نہ پیدا کرے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو شریعت کس کی ہوگی۔ اتباع کس کی کی جائے گی؟ اس نزول سے عقیدہ ختم نبوت پر اثر تو نہ پڑے گا۔ اس آیت سے اس کا جواب نکلتا ہے کہ اے لوگو! عیسیٰ علیہ السلام کا رفع حیات برحق ہے۔ نزول بھی برحق ہے لیکن اے محمد ﷺ آپ اعلان کر دیجیے کہ اتباع و اطاعت میری ہوگی، شریعت میری رہے گی، اور یہی قرآن پڑھا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بھی برحق ہے اور سرور دو عالم محمد ﷺ کا خاتم التبیین ہونا بھی برحق ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے ختم نبوت پر کسی طرح کوئی زد نہیں پڑتی۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا اور نہ کسی کو یہ منصب دیا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام پہلے کے نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کی آمد سے عقیدہ ختم نبوت برقرار رہتا ہے۔ (ضیائے حدیث، قندیل نمبر، ص: ۸۳)

جس طرح مرزا قادیانی خاتم اولاد ہے یہ رتبہ اُس کے پہلے پیدا ہونے والے بھائی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم بنی اسرائیل ہیں یہ مرتبہ بنی اسرائیل کے کسی اور نبی کو کسی صورت نہیں مل سکتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے خاتم التبیین کا اعزاز کسی اور کو نہیں مل سکتا۔

اس اجماعی حکم کی روشنی سے حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک تمام انسان مخلوط نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اس آیت کی رو سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ جب کہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾ (آل عمران: ۵۹)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔“

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا﴾ (التحریم: ۱۲)

”اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنت عمران کی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک دی۔“

چنانچہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تخلیق ملے جلے نطفے سے نہیں ہوئی۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں کسی چیز سے متعلق صریح حکم آجائے توہ اجماعی حکم سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔

اکساری کی تائید میں غیر معتبر حوالہ:

راقم نے مرزا قادیانی کا شعر تحریر کیا:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
اور کہا کہ عاجزی کا اظہار نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دجل و فریب کی سزا ہے۔ تو درانی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا:

”حضرت داؤد (علیہ السلام) عرض کرتے ہیں ”پر میں تو کیڑا ہوں انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر وہ سب مجھے دیکھتے ہیں، میرا مضحکہ اڑاتے ہیں اور منہ

حاصل کلام کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نزول سے عقیدہ ختم نبوت پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ ان کا شریعت محمدی پر گامزن ہونا عقیدہ ختم نبوت کو محکم دلیل فراہم کرتا ہے۔

صریح حکم عام قانون کی نفی کر دیتا ہے:

مظفر درانی نے وفات مسیح کے حق میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۴ کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہیں جب کہ آپ سے پہلے کے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔

اللہ ذوالجلال قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ﴾

”حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔ کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔“ (آل عمران: ۱۴۴)

مفسرین نے خلت کا ترجمہ ”گزر چکے ہیں، ہو چکے ہیں“ کیا ہے۔ کسی نے اس کے معنی موت کے نہیں کیے۔ اگر خلت کے معنی موت کے ہوتے تو افان مات کی وضاحت کی ضرورت نہ تھی۔

یہ اجماعی نوعیت کی دلیل عام ہے جب کہ حیات مسیح کی تائید میں قرآن وحدیث میں واضح احکام موجود ہیں۔

جناب درانی صاحب جس طرح قرآن حکیم میں اجماعی حکم موجود ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (المائدة: ۳)

”تم پر حرام کیا ہے مردار۔“

لیکن احادیث میں مچھلی مردار حلال ہے کی صراحت موجود ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ قَبْلُ لَيْلِهِ﴾

”بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا کیا۔“ (الدھر: ۲)

قلاند الجواہر طبع مصر نہیں ملی اس بارے نہیں کہا جاسکتا کہ عبدالقادر جیلانی نے خود تحریر کیا یا اُن کے بعد کسی عقیدت مند نے سنی سنائی روایت کا اضافہ کر دیا۔ عبدالقادر جیلانی ولی اللہ ضرور تھے لیکن معصوم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنے بارے کسی قسم کا دعویٰ کیا؟ اور نہ ہی اپنی تصنیف کو حرف آخر کہا۔

مرزا صاحب نے جو خواب بیان کیا اس نوعیت کا خواب قرآن میں موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنا خواب سناتے تھے۔ صحابہ کی جماعت میں محدث، مفسر، فقیہ اور زاہد، عابد ہو کر گزر رہے ہیں جنہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے فیض حاصل کیا۔ کسی صحابی نے حضور ﷺ کسی خدمت میں اس طرح یا اس سے ملتا جلتا خواب بیان کیا آپ نے اسے علم کی تعبیر کیا ہو تو وہ ہمارے لیے حجت ہو سکتا ہے اگر کوئی ہے تو پیش کرو؟



بقیہ: قلقلہ..... حروف کی ایک صفت لازمہ گے اتنا ہی زور دار قلقلہ ہوگا اور حرف واضح ادا ہوگا۔ تو ہم قلقلہ کی تعریف یوں کر سکتے ہیں:

قلقلہ کہتے ہیں مخرج کے دونوں حصوں کو ملانے کے بعد جدا کرنا۔

توقع:

بفضل اللہ امید کرتا ہوں کہ آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ قلقلہ کسے کہتے ہیں اور حرکت دینا کیا ہے اور یہ کہ یہ صفت صرف پانچ حروف میں ادا کرنی ہے اور بقیہ حروف کو اس صفت سے بچانا ہے۔

دعا:

اللہ تعالیٰ اس مختصر مضمون کو عام و خاص کے لیے مفید بنائے اور مزید قرآن و سنت کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔

وما توفیق الا باللہ . وهو فوق کل ذی علم
علیم .



چڑاتے ہیں۔“ (زبور، باب ۲۳، آیات ۷، ۶)
عصمت انبیائے کرام کو داغ دار کرنے کے لیے تحریف شدہ کتب کا حوالہ قطعاً غیر موزوں ہے۔ کیوں کہ مقدس انجیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے نازیبا الفاظ موجود ہیں ”اور داؤد بادشاہ بوڑھا ہو گیا مگر وہ گرم نہ ہوتا تھا۔ سو اُس کے خادموں نے اپنے بادشاہ کے واسطے اسرائیل کی تمام سرحدوں میں سے ایک جوان لڑکی ڈھونڈی جو اس کی خبر گیری کرتی اور بغل میں سو کر بادشاہ کو گرم کرتی مگر بادشاہ نے اس سے صحبت نہ کی۔“ (ملوک: ۱، باب: ۱، آیت: ۳ تا ۴)
اگر تم اس کو تعلیم کرتے ہو تو فاشی کی سند کو گلے کا ہار بنالیں اگر نہیں تو آپ کی مندرج روایت یقیناً غلط ہے۔ اگر آپ قرآن و حدیث سے کوئی مثال پیش کرتے تو بسر و چشم قبول کر لیتے۔

موازنہ درست نہیں:

راقم نے مرزا قادیانی کے بیان پر تنقید کی تو مظفر درانی نے لکھا کہ جس طرح پانچ نمازیں پچاس نمازوں کا کام دیتی ہیں ایسے ہی پانچ کتا میں پچاس کا کام دیں گی۔

جناب درانی صاحب مرزا خود تو پانچ اور پچاس میں نقطہ کا فرق کہہ کر گالیاں سنتا رہا اور قیمت بھی واپس کرتا رہا۔ مذکورہ جواب مرزا صاحب کو کیوں نہ سوچھا؟ مرئی اور غیر مرئی، مادی و غیر مادی اشیاء کا موازنہ درست نہیں۔

خاتم النبیین ﷺ نے پچاس سے کم کرا کر پانچ نمازوں کا تحفہ دیا لیکن کسی مرید سے معاوضہ تو نہیں لیا۔ جب کہ مرزا صاحب نے پچاس کی قیمت وصول کی اور پانچ جلدوں پر ٹر خادیا۔
غیر صحابی کا خواب حجت نہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے نیم بیداری کی حالت میں اپنے خواب کو براہین احمدیہ میں تحریر کیا۔ راقم نے اعتراض کیا کہ یہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تو ہیں ہے۔ درانی صاحب نے اس کے جواب میں قلاند الجواہر طبع مصر سے سید عبدالقادر جیلانی کا خواب لکھا اور سوالیہ انداز میں کیا کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تو ہیں نہیں؟

قلقلہ..... حروف کی ایک صفت لازمہ

عبدالمجید ابوالبرکات احمد

پوری طرح سمجھ آ جائے گا۔
مخارج کے کام کرنے کا طریقہ:
پہلا طریقہ: جب مخرج کے دونوں حصے آپس میں ملیں تو
حرف ادا ہو جاتا ہے۔
دوسرا طریقہ: جب مخرج کے دونوں حصے آپس میں ملنے کے
بعد جدا ہوں تو حرف ادا ہوتا ہے۔

تیسرا طریقہ: مخرج کے دونوں حصے ملے بغیر حرف ادا ہو جاتا
ہے۔ اس طریقہ سے وہ حروف ادا ہوتے ہیں جن کا مخرج جوف دھن
ہے اور یہ منہ کے اندر کا خلا ہے جو حروف جوف دھن سے ادا ہوتے
ہیں ان کو حروف مدہ یا جوفیہ یا ہوائیہ کہتے ہیں۔
تجربہ:

آپ مخرج کے دونوں حصوں کو ملاتے ہوئے تمام حروف ادا
کرتے جائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مخرج آپس میں ملا رہتا ہے اور
حرف ادا ہو جاتا ہے مگر جب آپ یہ پانچ حروف (ق، ط، ب، ج، د)
ادا کریں گے تو یہ ادا نہ ہوں گے۔

وجہ یہ ہے کہ یہ حروف اوپر بیان کردہ مخرج کے کام کرنے کے
دوسرے طریقے کے مطابق ادا ہوتے ہیں۔ اور وہ طریقہ پہلے طریقے
کی ضد ہے۔

حرکت اور قلقلہ کی تعریف:

اس ساری بحث سے حرکت واضح ہو گئی وہ یہ کہ مخرج کو زور سے
جدا کرنا۔ جب آپ مخرج کے دونوں حصے ملانے کے بعد زور سے جدا
کرتے ہوئے یہ حروف ادا کریں گے اور جتنی تیزی سے جدا کریں
(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

حروف اپنے اندر کئی ایک صفات رکھتے ہیں اگر ان صفات کو صحیح
طور پر ادا نہ کیا جائے تو حرف ہی بدل جاتا ہے اور یہ حروف کوئی عام
نہیں بلکہ کلام اللہ کے حروف ہیں اس لیے ان کی صحیح ادائیگی کے لیے
ماہر مقررین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا ضروری ہے۔ استاذ کی مدد
کے بغیر تلفظ درست کر لینا ممکن نہیں اگرچہ تجوید کی تمام کتابوں کا
مطالعہ کر بھی لے۔

حروف کی صفات تو کئی ہیں مگر آج کی فرصت میں صرف ایک
صفت کا تذکرہ مقصود ہے۔ یہ صفت صرف پانچ حروف کی ہے جو
”قُطِبْ جَدِّ“ میں جمع ہیں مگر ادا کرنے سے یہ تقریباً بقیہ تمام حروف
میں بھی ادا ہو جاتی ہے اور اکثر لوگ دیگر حروف میں ادا کر بھی دیتے
ہیں۔ حالاں کہ یہ ان کی صفت نہیں اور ان میں اس صفت کو ادا کرنا
غلطی ہے۔

اس صفت کی خوبی یہ ہے کہ یہ جن حروف کی صفت ہے جب تک
ان میں یہ صفت ادا نہ کی جائے وہ حروف قطعاً ادا نہیں ہوتے اور جتنی
کامل ادا کی جائے حرف اتنا ہی واضح ادا ہوتا ہے۔

لغت:

قَلَقُلْ يَقْلُقُلْ قَلَقَلَتْ صيغہ رباعی مجرد بر وزن د حرج سے یہ
مصدر ہے۔ قَلَقَلَتْ اس کا معنی ہے حرکت دینا (مصباح) حرکت ہونا
اس کا معنی نہیں اس لیے کہ یہ حرکت ہوتی نہیں بلکہ دی جاتی ہے تو
حرف ادا ہوتا ہے۔

حرکت کیا ہے؟

حرکت کو سمجھنے سے پہلے مخرج کے کام کرنے کا طریقہ سمجھیں کہ
مخرج سے حرف کیسے ادا ہوتا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ حرکت دینا

انبیاء اور صحابہ پر بننے والی فلمیں: شرعی جائزہ

سید محمد علی

انہیں اب اس حقیقت کو بھانپ لینے میں بھی کوئی دشوار نہ ہوگی کہ زنادقہ کا یہ گروہ پیغمبر اسلام ﷺ سے کس درجہ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ یہ دلگ ان تصاویر کے ذریعے غیر محسوس انداز سے پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت و شخصیت کا اصل روپ مسخ کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے ظنون و ادہام کا پرچار اسلام کے نام پر صرف اس لیے کرتے ہیں کہ خود میں اسلام سے علانیہ مقابلہ کی ہمت نہیں پاتے، لہذا اہل اسلام کی صفوں میں داخل ہو کر ایک غدار کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی کامل شکست اور یہودی فتح و کامرانی کے منتظر ہیں اور اپنی سازشوں کا جال بچانے میں مصروف عمل ہیں۔ اس لیے انبیاء و رسل ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فلمیں بنانے کا یہودی ایجنڈا بھی انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

اول اول تو یہ فلمیں یہود و نصاریٰ کی طرف سے بنائی جاتی رہیں، جن کی کہانی زیادہ تر سیدنا مسیح علیہ السلام کی حیات کے گرد گھومتی ہے۔ کچھ ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام کے فرضی کرداروں کو بھی فلمایا گیا ہے۔ اب یہ سلسلہ چوں کہ بہت پھیل گیا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ زنادقہ نے اسلام کے لہادے میں یہ حرام عمل بڑے پیمانے پر دینی تعلیم و تبلیغ کے نام پر باقاعدہ جاری کر دیا ہے، لہذا ضروری ہے کہ قرآن و سنت کے محکم دلائل کی روشنی میں اس کا تحلیل و تجزیہ پیش کر دیا جائے اور اس کے مفاسد اور مضرتوں سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا جائے۔

مفاسد و نقصانات:

اس طرح کی فلموں اور تصاویر سے انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جب فرستادگان الہی کے تذکروں کو مجالس لہو و لعب اور غیر سنجیدہ مباحثوں میں گھسیٹا جائے گا تو یہ ان عالی قدر

انبیاء رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصاویر بنانا بالاتفاق حرام ہے۔ اہل علم کا اس مسئلہ میں اجماع ہے۔ کچھ عرصہ قبل سعودی عرب کی کمپنی ”الشركة العربية للانتاج السينمائي العالمي“ نے ”محمد رسول الله ﷺ“ کے عنوان سے ایک فلم بنانے کا معاہدہ کیا، جس کے بعد سعودی عرب کے علماء سے اس کے متعلق شرعی راہنمائی حاصل کی گئی اور ”ہيئة كبار العلماء“ نے حضور نبی کریم ﷺ پر فلم بنانے کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا۔ اس سے پہلے سعودی لجنہ دائمہ کے فتاویٰ جات میں بھی انبیاء رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام کی تصویر کشی کی حرمت و بطلان پر کبار علماء کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں مکہ کی تنظیم ”رابطہ العالم الاسلامي“ کے ذیلی ادارے ”مجمع الفقه الاسلامي“ (Islamic Fiqh Academy) نے بھی اپنی فقہی رائے سے امت کو آگاہ کیا تھا کہ انبیاء رضی اللہ عنہم کی تصاویر اور ویڈیو بنانا مطلقاً حرام اور سنگین جرم ہے۔

اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح کی ضرورت اس لیے سمجھی گئی ہے کہ حال ہی میں ایک ایرانی چینل ”الکوش“ پر حضرت یوسف علیہ السلام پر بنائی گئی فلم کو قسط وار پیش کیا گیا ہے۔ اہل ایران نے اس کے ساتھ حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہم اور اصحاب میں سے سیدنا حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم پر بنائی گئی فلمیں بھی جاری کی ہیں۔ یہ طوفان بد اطواری محض اس مقام پر تھم نہیں گیا ہے بلکہ اسے غالباً الحاد و کفر کے جس منہا تک لے جانے کی کوشش و سعی کی گئی تھی، وہ اب ظلم و عداوت کی منزل تک پہنچا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس لیے کہ ابن سبا کی قوم نے اللہ کے پیغمبر سید المرسلین، آقائے نامدار حضور نبی رحمت ﷺ کی تصویر بھی شائع کر دی ہے۔ جن قارئین کو یہ تصویر دیکھنے کا حادثہ پیش آیا ہے،

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کا کردار پیش کر رہے ہوتے ہیں، یعنی جن کو فرضی نبی یا فرضی صحابی بنایا گیا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام حرکات و سکنات ایک نبی کے فرضی قالب میں سامنے لاتے ہیں اور فلم کے دوسرے کردار ان کو نبی کے نام، مثلاً یوسف یا موسیٰ علیہم السلام سے ہی پکار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ فلم بینوں کی باہمی گفتگو میں بھی اسی فرضی کردار کو نبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ طرز عمل عصمت انبیاء علیہم السلام کو پامال کرنے والا ہے۔

تاریخ نے جن حضرات کے تذکروں کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے، ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی پوری زندگی ایک مربوط کہانی کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی صورت حال بہت کچھ مختلف ہے، ان کے ٹھیک ٹھیک حالات بس اسی قدر ہمارے سامنے ہیں جن کو خدا کی آخری کتاب اور آخری رسول مکرم حضور نبی رحمت ﷺ نے بیان کر دیا ہے اور قرآن مجید کا ایک عام قاری بھی بخوبی جان لیتا ہے کہ یہ بیانات قصہ گوئی کی قبیل سے نہیں ہیں بلکہ حالات کے پیش نظر مخاطبین کی اصلاح و درستی اور سبق آموزی کے لیے گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کا اتنا ہی تذکرہ کیا جاتا ہے جسے مخاطبین کی موجودہ صورت حال پر منطبق کرنا حکمت بالغہ کا تقاضا قرار پاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ تاریخی شہادات میں ہے، وہ سخت اختلافی اور کم مایہ ہے۔ جہاں تک آخری نبی اور رسول ﷺ کی سیرت کا تعلق ہے، اس کا ہر گوشہ اور پہلو سیرت و حدیث کی کتابوں میں کشادہ ہے۔ مگر وہ بھی اس طرح نہیں ہے کہ ایک مکمل کہانی تیار کی جاسکے۔ کہانی اور قصوں کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان میں واقعات کا تسلسل اور ربط برقرار رہے تاکہ قاری اس قسم کی تحریر سے ذوق ادب کی تسکین کا سامان مہیا کر سکے۔ اسی لیے کہانی کی کتابوں، ناولوں، ادبی شہ پاروں اور تاریخی روایات اور سیرت و سوانح کا بنیادی اسلوب نگارش ہی بہت مختلف ہوتا ہے۔ کہانی لکھتے ہوئے مصنف بہت سے واقعات اور بیانات خود سے فرض کرتے ہوئے احاطہ تحریر میں لے آتا ہے، جن کو بر بنائے حقیقت

شخصیات سے استہزاء و ٹھٹھا کرنے کے مترادف ہے۔ کیوں کہ تصاویر اور ویڈیوز کا تعلق ہی ہنسی مذاق اور تماشا (Entertainment) سے ہے اور یہ بات پوری قطعیت سے ثابت ہے کہ یہ ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو ملت اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ پیغمبروں کے بارے میں اس نوع کا رویہ اختیار کرنا کھلا کفر ہے، خواہ اس فعل کا مرتکب قولاً یہ اقرار بھی کرتا ہو کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان رکھنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَيْسَ سَأَلْتَهُمْ لِكَيْلَوْ لَإِنَّمَا كُنَّا نَحْوُ ضُ وَ نَلْعَبُ ط قُلْ أَلِلّٰهُ وَالْآلِیٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیْمَانِكُمْ ط﴾ (التوبة: ۶۵، ۶۶)

”اور اگر دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ (اب) بہانے مت بناؤ، تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد۔“

تمام پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے معصوم رکھا ہے۔ عصمت انبیاء علیہم السلام کا تقاضا ہے کہ ان خدا رسیدہ ہستیوں سے کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جسے اللہ نے محرمات کی فہرست میں شامل کیا ہے اور کوئی ایسا عمل ترک نہ ہو جائے جس کو شریعت اسلام میں واجب کا درجہ حاصل ہے۔ مگر ان فلموں میں فرضی پیغمبر ایسے خلاف شریعت کام بھی کرتا ہے جن کا تصور ایک نبی سے تو کجا، زہد و ورع کے بنیادی اوصاف رکھنے والے مسلمان سے بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ان فلموں میں دکھایا گیا ہے کہ فرضی نبی غیر محرم عورتوں کے ساتھ بے پردہ گھومتا ہے۔

اسی طرح عصمت انبیاء علیہم السلام کا یہ بھی تقاضا ہے کہ وہ خلعت نبوت و رسالت جس کے ذریعے سے اللہ نے ان کو زینت بخشی ہے، وہ کسی غیر نبی کو نہ پہنایا جائے، نہ حقیقتاً اور نہ ڈرامائی اسلوب میں۔ اس معاملے میں بھی ان فلموں سے سخت بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ لوگ جو

اور بے حیائی کی علامت ہیں، ان کا کردار یہ ہے کہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ اختلاط ہی نہیں، ملاست کے جراثیم میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔ ان کی خواتین وہ ہیں جو بالکل بے پردہ رہنے والی اور بے حیائی کا مظہر ہوتی ہیں۔ وہ محافل رقص و سرود کی زینت بنتی اور پوری دنیا کے سامنے اپنے اعضائے جسم کی عریاں نمائش کرتی ہیں۔

کس قدر لغو اور بے ہودہ حرکت ہے کہ اس قماش کے لوگوں کو عزت مآب انبیاء اور عفت مآب صحابیات اور عائلات انبیاء ﷺ کے روپ میں پردہ سیمیں پر دکھایا جائے۔ یہ انبیاء ﷺ کی کھلی تذلیل ہے، جس پر ایک ایمان دار کسی طور خاموش نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزُّوهُ وَتُقَرِّوهُ ط وَ تَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً ۝﴾ (الفتح: ۹)

”تا کہ اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔“

اس طرح کی فلموں سے لگاؤ کا یقینی اثر یہ ہے کہ قرآن مجید، جو مخزن العلوم ہے، سے تعلق اور تالف ختم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص بجائے اس کے کہ انبیاء ﷺ کے واقعات قرآن مجید میں پڑھے اور ان سے درس و نصیحت حاصل کرے، وہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر سی ڈیز، ٹیلی ویژن اور سینما کی طرف متوجہ رہے گا۔ جب کہ اسلام جس نفسیات کو پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان تمام تر راہنمائی قرآن و سنت سے اخذ کرے اور اس کا دل مسجد میں ہی قرار پائے۔

وہ فلمیں جنہیں عیسائیوں یا یہودیوں نے تیار کیا ہے، انہوں نے ان میں اپنے عقائد کی پوری طرح آمیزش کر دی ہے۔ حالاں کہ قرآن مجید عقائد کا رد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا سولی کے نتیجے میں فوت ہو جانا۔ یہ عقیدہ اسلام کی نگاہ میں بالکل باطل ہے۔

قرآن صراحت سے کہتا ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط﴾

”حالاں کہ فی الواقع انہوں نے نہ ان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام)

جانچا جائے تو وہ محض جھوٹی داستان قرار پائیں گے۔ مثال کے طور پر اردو میں لکھے گئے تاریخی ناول اور تاریخی شخصیات پر مرتب کی گئی کہانیاں جو امتش اور نسیم حجازی وغیرہ کی کتابوں میں ہمیں ملتی ہیں، ان میں بیسیوں واقعات مصنفوں کے مخترعات ہیں، حقیقت سے انہیں کوئی علاقہ نہیں۔

جب کہ دوسری طرف تاریخ و سیر کی کتابوں میں، مثال کے طور پر قاضی سلیمان منصور پوری کی ”رحمۃ للعالمین“ وغیرہ میں چوں کہ روایات و واقعات کی تحقیق و تھخص کے بعد ہی انہیں درج کیا جاتا ہے، لہذا غیر ثابت شدہ بیانات قطعی طور پر مسترد کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ سب کچھ ایسی کہانی کی صورت اختیار نہیں کرتا جس کے تمام واقعات بالترتیب ایک دوسرے سے پیوست ہوں۔ ان فلموں میں چوں کہ انبیاء ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری کہانی فلمائی جاتی ہے، لہذا بہت سے واقعات خود سے گھڑ لیے جاتے ہیں۔ حالاں کہ انبیاء ﷺ کے حق میں اس طرح کا جھوٹ وضع کرنا غیر معمولی جرم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . (صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱۲۹۱)

”جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ باندھا،

وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کر لے۔“

ان فلموں میں جو لو پینچبر کے مخالفین اور حق کے منکرین کا کردار ادا کریں گے، اور یہ جو کہانی کی ضرورت ہے، وہ ظاہر ہے کہ لات، منات کی تسمیں اٹھائیں گے، نبی اور رسول کو دیوانہ اور مجنون کہیں گے، ناروا الفاظ کا استعمال ہوگا اور ائمہ سنت کے حسب تصریح یہ سب وہ اعمال ہیں جن کا محض تلفظ بھی کفر ہے، چنانچہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا حکم کیا ہوگا؟

ان فلموں کا ایک سنگین پہلو یہ ہے کہ ان میں ایسے مرد اور خواتین انبیاء، صحابہ اور صحابیات کا کردار پیش کرتے ہیں، جن کو شاید پوری طرح مسلمان بھی نہ کہا جاسکے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو معاشرے میں فحاشی

سے بچاؤ حاصل کر لیا جائے۔“

جب یہ طے ہے کہ اس طرح کی فلموں کے مزعومہ فوائد کے بالمقابل ان کے منفی پہلو کہیں زیادہ سنگین اور تباہ کن ہیں تو انہیں مسلم معاشروں میں کسی طور گوارا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس طرح کی لغویات کا سختی سے بائیکاٹ ہی تعلیمات اسلام اور مقاصد شریعت کا حقیقی تقاضا ہے۔

اظہارِ تشکر

﴿مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ﴾ ہم تمام معاونین کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے دارالحدیث راجوال کے ساتھ دے، درے، سخنے کسی بھی قسم کا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام معاونین کا تعاون اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے اور نئے سال کے لیے داخلہ ۳۰ ستمبر ۲۰۱۱ء تک ہوگا۔

(طالب الدعوات: عبید اللہ محسن، مدیر العام دارالحدیث راجوال)

کو قتل کیا، نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔“ (النساء: ۱۵۷)

انبیاء کی فلمیں تیار کرنا حکمت بالغہ کے خلاف ہے۔ حکمت کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی غیر نبی، نبی کی صورت میں پیش نہ ہو۔ جنات ایسی مخلوق ہے کہ اسے انسانی شکل دھارنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے حق میں جنوں سے یہ صلاحیت و اختیار سلب کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي . (بخاری)

”جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا ہے، کیوں کہ شیطان میرا روپ نہیں دھار سکتا۔“ جنوں سے اختیار سلب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ پیغمبر کی شخصیت کو بے کار محل سے محفوظ رکھا جائے۔ ان فلموں میں اسی حکمت کے خلاف تلفظاً پیغمبر کے روپ میں غیر نبی کو دکھایا جاتا ہے۔

بعض لوگ ان فلموں کے حق میں یہ دلیل رکھتے ہیں کہ ان سے دعوتی مصلحت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ فلمیں انبیاء علیہم السلام اور قرآن کی دعوت کو پھیلانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ دلیل نہ صرف یہ کہ شرعی لحاظ سے غیر معتبر، بلکہ صورت واقعہ کے خلاف بھی ہے۔ تجربات سے ثابت ہے کہ اس نوع کی فلمیں اور ڈرامے دیکھ کر نہ کوئی پابند صوم و صلوٰۃ ہوا ہے اور نہ اخروی کامیابی کی کوئی امنگ اس کے قلب و ذہن میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ نعمتیں صرف پیغمبر ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کامل پیروی ہی سے حاصل ہوئی ہے۔

دوسرا یہ کہ ہم نے جن مفاسد کی نشان دہی کی ہے، ان کی موجودگی میں ان فلموں کی تھوڑی بہت مصلحت کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ کیوں کہ فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ
دَرُّ الْمَفَاسِدِ مُقَدَّمٌ عَلَى جَلْبِ الْمَنَافِعِ
وَالْمَصَالِحِ .

یعنی ”منفعت کو قبول کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ مضرتوں

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد امام عبدالسلام رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کی بلند پایہ کتاب

منتقى الاخبار (مترجم)

خصوصیات

○ امام عبدالسلام رحمہ اللہ، جد امجد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب معاشرتی مسائل و احکام پر جامعیت کے لحاظ سے ایک خاص مقام و مرتبے کی حامل ہے، اس میں چار ہزار احادیث مبارکہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

○ اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد داؤد راجہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔ اس پر نظر ثانی، تنقیح و تہذیب مولانا محمد ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

○ یہ اہم کتاب ۲ مضبوط جلدوں پر مشتمل ہے۔ عمدہ گلیر کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ

قیمت = /۲۰۰ روپے عام رکھی گئی ہے۔

ناشر: دار الدعوة السلفیہ، ۳۱- شیش محل روڈ لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

مسلمانوں کا مقسوم

نہ دبے ہو نہ دبو قوتِ باطل سے کبھی
یہی اسلام ہے اور ہے یہی اس کا مفہوم
تم کو اللہ نے کونین کی دولت بخشی
کہ مسلمان کا یہ ہے روزِ اوّل سے مقسوم
نام بچوں کی زباں پر جو نبیؐ کا آیا
تو لیا فرطِ محبت سے خدا نے منہ چوم
تر بیت گر اسی ماحول میں ان سب کی ہوئی
اور بڑے ہو کے حقیقت ہوئی حق کی معلوم
تو زمانہ سے مٹا دیں گے یہ باطل کے نشان
کفر ہو جائے گا یکنخت جہاں سے معدوم

(مولانا ظفر علی خان)